جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا
الحمد للہ والمنۃ کہ درین زمان بتائید خالق کائنات نسخہ
دلیل الحسنات
علی
طریقۃ الصلوٰۃ
یکے از تصنیفات عالی درجات علامی فہامی جناب مولوی شیخ احمد صاحب
دامت برکاتہ خلف الصدق عالیجناب مولانا محمد وجیہ الدین صاحب
مرحوم عثمانی دیوبندی - بمقام لکھنؤ محلہ فراشخانہ وزیر گنج
در مطبع اثنا عشری باہتمام سید عابد علی طبع شد
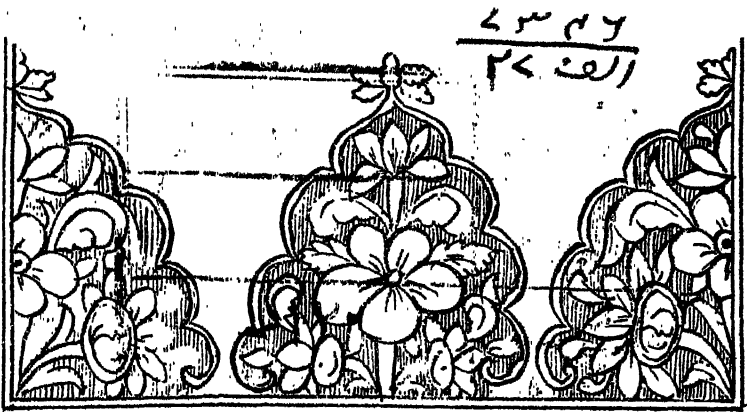
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وحبیبہ محمد والہ اجمعین الی یوم الدین

اما بعد خاکسار ذرۂ بے مقدار شیخ احمد ابن جناب مولانا مولوی محمد وجیہ الدین مرحوم دیوبندی وارد جے پور گذارش کرتا ہے کہ بعد مطبوع اور شایع ہونے رسالہ انوار الہدیٰ بعض احباب مومنین کی تحریرات سے معلوم ہوا کہ بعض مقامات مین باہم حضرات اہلسنت والجماعت وحضرات شیعہ اماممیہ کے ترکیب وارکان نماز مین بحث وپیش ہے اور خصوصًا ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کے بابت زیادہ گفتگو ہے اور طرفہ یہ ہے کہ حضرات اہلسنت صرف شیعون پر ہی معترض ہوتے ہین کہ یہ ہاتھ کھول کر کیون نماز پڑھتے ہین اور اپنے گروہ پر اعتراض نہین کرتے کہ پیروان امام مالک کیون ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ حضرات اہلسنت کو ہاتھ کھولنے باندھنے سے تعصب نہین ہے بلکہ فقط شیعیان اہلبیت پیغمبر سے کاوش ہے جیسا کہ مسئلہ متعۃ النسا مین شیعون پر ہی معترض ہوتے ہین اور مالکیون سے نہین بولتے۔ ایسے ہی رفع یدین اور قنوت وغیرہ کی کیفیت ہے کہ سوا ایک قسم اہلسنت والجماعت کے کہ جو مقلد امام ابو حنیفہ کے تقریبًا جملہ ہر سہ فرقات رفع یدین کرتے ہین

اور قنوت کو نماز فریضہ مین جائز سمجھتے ہین۔ چونکہ اس بارے مین اکثر عدم واقفیت کیوجہ سے نوبت
بہ نزاع پونہچتی ہے اگر حضرات اہلسنت بوجہ عدم واقفیت حالات اپنے ائمہ اور اکابر کے نماز مین ہاتھ
کھولنے کو فقط شیعون کا ہی عمل قرار دیکر معترض ہوتے ہین اگر اونکو معلوم ہو جاوے کہ ہم مین سے
بھی ایک بڑا گروہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتا ہے اور شیعون کیطرح رفع یدین اور قنوت کو جائز رکھتے
ہین اور رسول خدا صلعم اور طریقہ صحابہ اور تابعین کا یہی عملدرآمد تھا تو ضرور ہے کہ پھر وہ کبھی شیعونپر
اعتراض نکرین ایسا ہی بعض حضرات شیعہ بوجہ معلوم نہونے حقیقت حال کے جواب دینے سے
قاصر ہو جاتے ہین۔ چونکہ اسوقت تک کوئی رسالہ جو ایسے معاملات مین مخصوص ہو میری نظر سے
نہین گذرا اور اکثر اصحاب مومنین کو بھی یہی شکایت ہے اسلئے حقیر نے مناسب سمجھا کہ ایک
رسالہ مختصر ایسا ترتیب دیا جاوے کہ جسمین نماز اور اوسکے ارکان کے متعلق جن جن امور مین باہم
شیعہ وسنی مین اختلاف ہے کتب صحاح اہلسنت والجماعت سے بحث کیجاوے اور سبکو دکھلا دیا جاوے
کہ نماز کے جمیع قواعد اور ارکان مین شیعہ پوری متابعت سنت نبوی کرتے ہین ہر رکن اور قاعدہ
شیعون کی نماز کا احادیث مندرجہ صحاح اہلسنت سے ثابت اور متحقق ہوتا ہے اور اہلسنت کا سارا طریق
نماز خلاف سنت نبوی پایا جاتا ہے۔ اور چونکہ باہم شیعہ وسنی متعدد مسائل متعلقہ نماز مین اختلاف
ہے اسلیئے ہر مسئلہ مختلف فیہ کو ایک فصل جداگانہ مین تحریر کیا ہے اور نام اس رسالہ کا دلیل المحسنات
علی طریقۃ الصلوۃ رکھا گیا ہے اور فہرست اسکی مندرجہ مضامین کی یہ ہے کہ یہ رسالہ
مشتمل ہے بارہ ۱۲ ارکان پر اور ہر رکن مین ایک ایک مسئلہ اختلافی کا بیان لکھا گیا ہے اس تفصیل سے
رکن ۱ اول طریقہ وضو اور اوس اختلاف کے بیان مین جو باہم شیعہ وسنی مین ہے رکن

دوم مسئلہ جمع بین الصّلوتین کے بیان مین رکن سوم قیام فی الصلوۃ کے بیان
مین یعنی نماز مین ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا چاہیے یا ہاتھ کھول کر رکن چہارم بعد تکبیر تحریمہ
قرأت کے بیان مین کہ آیا الحمد پڑھنی چاہیے یا بطریقہ اہلسنت سُبحانک اللّٰھم الخ پڑھی
جاوے رکن پنجم ہر تکبیر پر رفع یدین کے بیان مین رکن ششم قنوت کے بیان
مین جو نماز فریضہ مین پڑھا جاوے رکن ہفتم تسابیح رکوع و سجود کے بیان مین رکن
ہشتم مکث بین السجدتین کے بیان مین رکن نہم جلسہ یعنی قعدہ بعد سجدتین رکعت اولے
و ثالثہ مین رکن دہم اس بیان مین کہ دو رکعات اخری نماز سہ گانہ و چہار گانہ مین مختار ہے
کہ فقط الحمد پڑھے یا تسابیح پڑھے رکن یازدہم تشہد کے بیان مین رکن دوازدہم
سلام اور تکبیر آخری کے بیان مین - اور یہ بھی واضح ہو کہ ہمنے اس رسالہ مین جسقدر
احادیث درج کی ہین وہ سبکی سب صحیح بخاری کی احادیث ہین تاکہ کسیکو موقع اعتراض کا
نملے - اگرچہ صحیح مسلم اور نسائی ترمذی وغیرہ خمسہ باقیہ بھی اہلسنت کے نزدیک اصح الکتب
ہین لیکن صحیح بخاری کا صحت مین اونکے نزدیک سب سے اعلی درجہ ہے اور اسکی نسبت

اصح الکتب بعد القرآن مقولہ عام ہے

رکن اول طریقہ وضو اور اوس اختلاف کے بیانمین جو باہم شیعہ و سنی مین واقع ہے
واضح ہو کہ جن اعضاء کا وضو مین دھونا واجب ہے یا جنپر فقط مسح کرنا کافی ہے اونکی صاف تشریح
قرآن مجید مین درج ہے - لیکن نہایت تعجب کا مقام ہے کہ اس بارہ مین بھی باہم شیعہ و
سنی کے اختلاف ہے فقہاء اہلسنت وضو مین تین عضو کا دھونا اور ایک عضو کا مسح

کرنا فرض کہتے ہین - وہ اعضاء جنکا غسل فرض کہتے ہین - مُنہ - دونو ہاتھ - دونو پیر
ہین - اور وہ عضو جسکا مسح کافی ہے - سر ہے شیعہ کہتے ہین کہ دو عضو یعنے مُنہ اور ہاتھونکا
دھونا اور دو عضو یعنے سر اور پیرون کا مسح کرنا فرض ہے - اب ہمکو تحقیق کرنا اس امر کا ضرور ہوا
کہ ان دونو فرقون مین سے حق پر کون ہے - وہ آیت قرآنی جسکی رو سے وضو فرض ہوئے
اور جسمین تشریح اعضاء واجب الغسل اور واجب المسح کے ہوئی ہے یہ ہے یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا
إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَوٰةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ
وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ اور اِسکے صاف اور سیدھے معنی یہ ہین - اے مسلمانو جسوقت تم نماز کو
اوٹھو پس دھو ڈالو اپنے مونہون کو اور اپنے دونو ہاتھون کو مرافق یعنی کہنیون تک اور مسح کرو اپنے
سرون کا اور پیرون کا گٹون یعنی ٹخنون تک اِسکے لفظی اور سیدھے معنون سے صاف طور پر
تائید قول شیعون کی ہوتی ہے - اور اہلسنت اپنے مدعا برآری کے لئیے اِسکے معنی مین بہت
اور اینچ پیچ لگا کر کہتے ہین کہ حفص نے ارجلکم کے لام کو مفتوح پڑھا ہے اور لام کا فتحہ دلیل
عطف بعید کے ہے یعنی بوجہ فتحہ لام کے دونو پیر مُنہ کے معطوف بعید ہو گئے جسکے یہ معنی ہوے
کہ بعد ختم ہو جانے تشریح اعضاء واجب الغسل اور نیز بعد شروع اور ختم ہو جانے دوسرے جملہ کے
جسمین تفصیل اعضاء واجب المسح کی ہے پیر دھو ڈالو گٹون تک - لیکن اسکی کوئی وجہ بیان
نہین کرتے کہ اس آیت کے معنی پیدا کرنے مین اسقدر دقت کیون کیجاوے اور صریح اور صاف
معنی کیون نہ لیے جاوین جو عموماً قرآن شریف کے معنی لگانے کا دستور ہے - لہذا ہمکو اس پیچدار
طریقہ حصول معنی پر بچند وجوہ اعتراض ہے - اول یہ کہ قرآن مجید واسطے ہدایت کے نازل ہوا ہے

نہ کہ لھراہ کرنیکو اسی لیئے حکم ہے کہ قرآن کی آیات کے وہی معنی لگائے جاوین جو صریحاً الفاظ سے
پیدا ہون معنی لگانے مین توجیہات لایعنی کی ممانعت ہے پس اگر خداوند کریم کا منشا غسل رجلین
ہوتا تو ضرور تھا کہ اعضاء واجب الغسل کے تحت مین مونہہ اور ہاتھون کے بعد ارجلکم بیان کیا
جاتا اسمین نہ فصاحت کلام بگڑتی تھی نہ سیاق اور نظم عبارت و حکم مین فرق آتا تھا بلکہ بہت صاف
جملہ ہو جاتا کہ اول تمام اعضاء واجب الغسل کا بیان ہو جاتا اور بعد اوسکے سر کے مسح کا ذکر آجاتا جسمین
کسیکو موقع اعتراض کا نملتا اِسکے کیا معنی کہ اول دو عضو کا دھونا بیان کیا جاوے اور پھر ایک سر کا
مسح کرنا فرمایا جاوے اور پھر لوٹ کر جیسے کوئی بھولی ہوئی بات کو یاد کرتا ہے پیرون کے دھونے کا
حکم دیا جاوے جیسے کوئی کھے کہ مونہہ اور ہاتھون کو دھوؤ اور سر پر مسح کرو ارے بھائی مین بھول گیا
تھا پیرون کو بھی دھو ڈالنا سبحان اللہ کیا سیاق عبارت اور فصاحت کلام اِسیکو کہتے ہین -
میرے نزدیک ایسے بے ربط کلام کو خدا تعالی کیطرف منسوب کرنا سخت گناہ ہے - جو شخص انصاف
پسند طبیعت رکھتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اہلسنت کے اسطرح معنی لگانے سے آیت کا سیاق
اور حکم کا انتظام بالکل بگڑ گیا جس تصریح کو ناظم قرآن نے بقید غسل و مسح مرعی رکھا تھا
وہ آپس مین ایسے خلط ملط ہو گئے کہ بے ربطی اور بد نظمی کا الزام اِس آیت پر عائد ہو گیا
اور چونکہ قرآن پاک اس الزام سے بالاجماع بری ہے اِسلیے ضرور ہوا کہ غلط معنی لگانیوالونکو
ملزم قرار دیا جاوے - دوم یہ امر دیانت اور حزم و احتیاط سے نہایت درجہ بعید ہے کہ فقط ایک
حفص کے قرأت کے اعتبار پر ارجلکم کے لام مفتوح قرار دیکر وجوہکم کا عطف سمجھا جاوے
اور بے سیاقی اور بد نظمی کلام پر نظر نہ کیجاوے جس سے دو جدا جدا جملے مخلوط ہو کر بے ربط ہو جاوین

اس آیت مین گویا دو جداگانہ مدات ہین ایک غسل کی مد اور دوسری مسح کی مد اگر ارجلکم غسل اعضا کے مد مین قبل شروع ہوجانے مد ثانی مسح کے بیان ہوتا خواہ وجوبکم سے کتنے ہی فاصلے پر ہوتا اوسکو عطف بعید وجوہکم کا مان لیا جاتا لیکن جبکہ دوسری مد مسح اعضاء کی شروع ہوگئی اوسکے بعد جس عضو کا بیان ہوگا وہ مسح کی مد مین شامل سمجھا جاوے گا۔ مثلاً کوئی شخص بیان کرے کہ آدمیون مین نیک ہین زید اور حامد اور بد ہین عمرو بکر۔ تو عام لوگ یہی سمجھین گے کہ دو نیک مرد ہین اور دو بد ہین یہ کسی طرح نہین کہہ سکتے کہ بکر کسی قاعدہ سے زید کا عطف بعید ہے اور اسلیئے وہ شامل نیکمردون کے ہے۔ سوم یہ امر مسلمہ عام ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے کبھی مخالفت حکم الٰہی کے نہین کی اور احادیث صحیحہ مرویہ اہلسنت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہمیشہ موزون پر مسح کیا ہے پس اگر پیرون کا دھونا فرض ہوتا تو رسولخدا صلعم کبھی غسل قدم ترک کرکے مسح علی الخفین نکرتے اگرچہ سردی وغیرہ کا کیسا ہی عذر ہوتا تب بھی ایسی مخالفت نکرتے کیونکہ اسکی بڑی دلیل یہ ہے کہ آپنے کبھی کسی اور عضو واجب الغسل کے عوض اوسپر اوسکی پوشش پر مسح نہین کیا ورنہ ممکن تھا کہ سردی مین ہر دو ساعد دھونیکے عوض آستین پر مسح کر لیتے اسکی کیا وجہ ہے کہ فقط پیرون کے ہی غسل کو ترک کرکے موزون پر مسح کیا اور کبھی کسی اور عضو کے غسل کو ترک کیا اگر اسپر ذرا توجہ اور انصاف کے ساتھ غور کرین اور سخن پروری اور تعصب کو دور کرین تو اسی عمل رسول خدا صلعم سے ثابت ہوتا ہے کہ حکم قرآنی پیرون کے مسح کا ہے دھونیکا حکم نہین ہے ورنہ جناب سرور کائنات کبھی عادتاً فرض کو ترک نکرتے چہارم یہ کہ خود خداوند تعالیٰ نے اِسکی ملحقہ آیت سے اِسکے معنی صاف کردیئے کہ اوسمین پھر کسیکو

گنجایش لب کشائی کی باقی نہین رہی یعنی آیت حکم تیمم سے یہ امر صاف ہوگیا کہ وضو مین کون
کون اعضاء واجب الغسل ہین اور کون کون اعضاء واجب المسح ہین تیمم کے حکم مین یہ اصول
قایم کیا گیا ہے کہ جن اعضاء کا دھونا وضو مین فرض کیا گیا ہے تیمم مین فقط اونھین اعضاء کا
مسح کرنا قایم کیا گیا ہے اور جن اعضاء کا مسح وضو مین فرض کیا گیا ہے اونکو تیمم مین قطعاً
ترک کر دیا ہے اسلیے خداوند تعالی کے اصلی منشاء کے دریافت ہوجانے مین اب کوئی دقت
باقی نہ رہی۔ آیت تیمم کو پڑھ کر اوسکے معنی سمجھو کہ فرمایا ہے اللہ تعالی جلشانہ نے فَتَيَمَّمُوا
صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ یعنی قصد کرو خاک پاک کا پھر مسح کرو اوس سے
اپنے مونھون اور ہاتھون کا جبکہ فقط مونہہ اور ہاتھ پر مسح کرنا تیمم مین فرض ہے اور سر پیرون کو
ترک کر دیا ہے تو صاف ثابت ہوگیا کہ اعضاء واجب الغسل کا مسح تجویز کیا گیا اور اعضاء واجب
المسح کو اس اعتبار سے ترک کر دیا کہ غسل کا قایم مقام تو مسح ہے مسح کا قایم مقام مسح کیا ہوگا
انھین توجیہات نکالنا اور فضول دلائل کا پیش کرنا بیشک مستلزم اس امر کا ہے کہ اگر خداوند تعالی
بھی آکر سمجھا جاوے تو نہ سمجھین —

رکن دوم جمع بین الصلوتین کے بیان مین یعنی دو نمازون متحد الوقت کو

ملا کر پڑھنا جیسے ظہر اور عصر کو ایک ساتھ اور مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ پڑھنا اسمین بھی
باہم شیعہ و اہلسنت کے اختلاف ہے حضرات سنیہ خصوصاً حنفیہ کے نزدیک ملانا دو نماز و نکا
قطعی ممنوع اور ناجائز ہے اور شیعونکے نزدیک جائز ہے منع نہین۔ اب ہمکو تحقیق کرنا اس امر کا ہی کہ آیا پیغمبر خدا صلعم نے
لوگون کو ایسی دو نمازین ملا کر پڑھنے سے منع کیا ہے یا خود بھی آنحضرت نے دو نمازین

ملا کر پڑھی ہین۔ پس اگر احادیث مندرجہ صحاح اہلسنت سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ خود جناب فخر کائنات
نے ظہر و عصر اور نیز مغرب و عشا کو ملا کر پڑھا ہے تو صاف ثابت ہو گا کہ اہلسنت مخالف سنت
نبوی عمل کرتے ہین اور شیعہ خاص متبع سنت رسول اللہ کے ہین اور منع کرنا جمع بین الصلوتین
سے سخت گناہ اور عمل کرنیوالون پر باصرار معترض ہونا قریب کفر ہے گویا سنت نبوی پر براہ عداوت
معترض ہوتے ہین۔ جمع بین الصلوتین کو ناجائز کہنا عام اہلسنت کا عمل نہین ہے بلکہ
فقط حضرات حنفیہ ہی مانع ہین اور امام مالک نے ہمیشہ مسجد نبوی مین دو نمازین ملا کر پڑھی ہین
اور مقلد اونکے اب بھی برابر پڑھتے ہین اور امام شافعی کے مقلدون مین اختلاف ہے بعضے
مطلقاً جائز سمجھتے ہین اور بعضے ضرورتاً اور حنابلہ ضرورتاً جائز سمجھتے ہین اور حنفیہ منفرد ہین
حکم ناجوازی مین لیکن عرفات مین ظہر و عصر اور مزدلفہ مین مغرب و عشا اب ہے بلا کسی
عذر اور حاجت کے حجاج مذہب حنفی ملا کر پڑھتے ہین۔ اگرچہ عرفات اور مزدلفہ کے نمازون کی
بابت تمام کتب سیر اور احادیث اہلسنت مین بطریق شہرت اور اعلان کے مذکور ہے لیکن ہم
اوس سے علاوہ نمازون کی بابت بحث کرتے ہین اور واسطے ساکت کرنے اپنے مخالفین کے صحیح بخاری سے
زیادہ معتبر کتاب نہین پاتے ہین اسلیے ہم ناظرین کو متوجہ کرتے ہین طرف صحیح بخاری کے کہ اوسکی
کتاب مواقیت الصلوٰۃ کے باب وقت المغرب مین جسکو نماز عرفات اور مزدلفہ سے علاقہ نہین ہے
اسطرح روایت ہے حدثنا آدم قال حدثنا شعبہ قال حدثنا عمرو بن دینار قال
سمعت جابر بن زید عن ابن عباس قال صلی النبی صلعم سبعاً جمیعاً و ثمانیاً جمیعاً
یعنی جابر بن زید نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کہا ابن عباس نے کہ نماز پڑھی ہے نبی

صواہم نے سات رکعتین ملاکر (مغرب و عشا) اور آٹھ رکعتین ملاکر (ظہر و عصر کی) شیخ الاسلام
شارح صحیح بخاری نے کتاب مواقیت الصلوۃ مین بابت وقت نماز مغرب کے لکھا ہے -
و مرویست از طاوس کہ گفت فوت نمی شود مغرب و عشا تا فجر - و از عطا نیز بہ نحو آن روایت
است کذا نقلہ العینی - (اس روایت سے ثابت ہوا کہ مغرب اور عشا کا ایک ہی وقت ہے
اور وہ ممتد ہے فجر تک اور جبکہ دونو نمازون کا ایک ہی وقت ہے تو ملاکر پڑھنا بلا شبہ جائز بلکہ اسوجہ سے
مستحب ہی خیال ہوسکتا ہے کہ بعد نماز مغرب توقف ناجائز نماز عشا مین نہین کیا گیا)
وقال عطا یجمع المریض بین المغرب والعشاء و گفت عطا کہ جمع کند مریض میان مغرب
و عشا و باین قائل است احمد و اسحٰق - و بعض شافعیہ مطلقا (یعنی بغیر قید مرض کے)
و تجویز کردہ آنرا امام مالک در مسجد شریف نبوی - و مشہور از شافعی منع است و ترجیح دادہ
جواز را نووی - و قسطلانی از مہمات آوردہ کہ گفت یافتم نقل آنرا از شافعی در مختصر مزنی
باین عبارت کہ جمع میان دو نماز در سفر و مطر و مرض جائز است اس عبارت شارح سے معلوم
ہوا کہ منجملہ ائمہ اربعہ کے ایک امام مالک تو بالعموم جمع بین المغرب و عشا و بین الظہر و العصر
جائز قرار دیتے ہین اور امام شافعی ایک روایت سے مطلقاً اور عموماً اور دوسری روایت سے
ضرورتاً جائز قرار دیتے ہین اور امام احمد بن حنبل بھی ضرورتاً جائز کہتے ہین فقط ایک
امام ابو حنیفہ منفرد ہین کہ وہ جمع بین الصلوتین کو ناجائز اور ممنوع فرماتے ہین شیخ الاسلام
شارح صحیح بخاری حنفی المذہب ہین اونھون نے بحث تنگی وقت مغرب مین یہ مقولہ ابن منذر کا
کہ بالاکہ اوزاعی و شافعی کہتے ہین کہ مغرب کا کوئی وقت نہین ہے سوائے وقت غروب ہونے

آفتاب کے) لکھکر اسکی تردید مین اثر جو اخیر مغرب وعشا لکھے ہین اوعین ظہر پڑھتے ہین

وقت مغرب ممتد است تا عشا چہ اگر تنگ بودے ہر آئینہ فصل گشتے بہ بیان دو وقت

پس جمع جائز نشدے چنانکہ میان صبح وظہر۔ ذکرہ العسقلانی فی ... اور اس سال حجۃ الوداع
مین بہت لوگون کو دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ جناب رسولخدا صلعم نے دو نمازین ظہر اور عصر
عرفہ مین اور مغرب وعشاء کو مزدلفہ مین ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھا اور جو لوگ
اتباع سنت نبوی کرنا چاہتے ہین وہ استحباباً اون مقامات پر اب بھی بغیر کسی ضرورت
اور عذر کے دو نمازین جمع کرکے پڑھتے ہین۔ عرفہ مین عین بعد زوال آفتاب ظہر اور عصر
کے نماز جمع کرکے رسولخدا صلعم نے پڑھی کہ اہلسنت کے نزدیک وہ وقت عصر کا
ہرگز نہ تھا اور اسی طرح مزدلفہ مین ایسے وقت نماز مغرب اور عشاء ادا فرمائی کہ اہلسنت کے
نزدیک وقت مغرب باقی نرہا تھا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ کسی حاجت اور ضرورت کیوجہ سے
رسولخدا صلعم نے ایسا کیا ہوگا یہ درست نہین اور جواب اسکا یہ ہے جیساکہ صحیح مسلم
اور صحیح بخاری مین حدیث اسامہ سے ظاہر ہوا ہے کہ مزدلفہ مین پہونچنے سے پہلے آنحضرت
صلعم شعب کوہ مین تشریف لیگئے اور قضاء حاجت فرمائی اور وضو کیا او سوقت مغرب
کی نماز کا وقت ہوگیا تھا اور اسامہ نے عرض بھی کیا تھا کہ نماز مغرب آپ پڑھین گے مگر
آنحضرت نے فرمایا کہ نماز آگے چلکر یعنی مزدلفہ مین پہونچکر پڑھی جاوے گی ایسا ہی حضرتکو
عرفات سے چلنے کی جلدی نہ تھی کہ عین بعد زوال آفتاب نماز عصر ادا فرمائی بلکہ ثابت ہوا ہے
کہ تا غروب آفتاب آپ عرفات مین رہے اسلیئے ممکن تھا کہ آپ عرفات مین نماز عصر ادا کرسکے

وقت پر اور نیز نماز مغرب بھی اوسی جگہ اول وقت پر پڑھ سکتے تھے لیکن یہ امر تحقیق ہوا ہے کہ آپ کے جسقدر افعال ضمن حجۃ الوداع مین تھے وہ سب تعلیم امت کے لئے تھے کیونکہ تمام بلاد اسلام کے لوگ وہان حاضر تھے بلا وساطت غیر کے افعال رسول اللہ صلعم کو دیکھتے تھے جمع کرنا دو نمازون کا فقط اسی لیئے تھا کہ عوام الناس اِسکے جواز سے آگاہ ہوجاویں ثبوت اس امر کا کہ حضرت رسول خدا صلعم غروب آفتاب تک عرفات مین رہے صحیحین سے حاصل ور مدارج النبوت مین بھی درباب قیام عرفہ مرقوم ہے (وسنت آنست کہ تا غروب آفتاب بایستد زیرا کہ ایستاد رسول خدا صلعم تا آفتاب غروب کرد) - اور نیز جب آپ شعب سے قضاے حاجت کر کے نکلے اور وضو کیا اسکی نسبت مدارج مین مندرج ہے کہ (اسامہ گفت الصلوٰۃ یعنی نماز مغرب خواہی گذارد یا رسول اللہ فرمود دو نماز پیشتر است یعنی مزدلفہ با نماز عشا گزاردہ خواہد شد بعد اِسکے مزدلفہ مین پہونچنے کا حال اس طرح درج ہے و در مزدلفہ وضوے کامل ساخت و فرمود تا اذان گفتند و اقامت کردند و نماز شام بگذارد پیش از انکہ بارہا فرود آمدند و اشتران فرو خوابانیدند و چون بارہا فرود آوردند باز اقامت گفتند و نماز خفتن بگذارد و برائے نماز خفتن بانگ نگفتند و میان فرض مغرب و فرض عشا ہیچ نماز نگزارد و ازینجا معلوم شد کہ جمع میان مغرب و عشا بیک اذان و دو اقامت بودہ چنانکہ در عرفات بود میان ظہر و عصر و در حدیث بخاری و مسلم از اسامہ بن زید ہمچنین آمدہ و مذہب زفر و شافعی و نزد امام ابو حنیفہ و بروایتے از احمد و بسیارے از ائمہ بیک اقامت گذارد الخ - اور مدارج النبوت مین جو کچھ یہ حال درج ہے وہ گویا ترجمہ ہے حدیث اسامہ

بن زید کا جو صحیح بخاری کے باب الجمع بین الصلوتین بمزدلفہ مین مروی ہے اسطرح پر

حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن موسی بن عقبۃ عن کریب

عن اسامۃ بن زید انہ سمعہ یقول دفع رسول اللہ صلعم من عرفۃ فنزل الشعب

فبال ثم توضاء فلم یسبغ الوضوء فقلت لہ الصلوۃ فقال الصلوۃ امامک

فجاء المزدلفہ فتوضاء فاسبغ ثم اقمت الصلوۃ فصلی المغرب ثم

اناخ کل انسان بعیرہ فی منزلہ ثم اقمت الصلوۃ فصلی ولم یصل بینہما

یعنی بتحقیق کہ کریب نے اسامہ کو کہتے ہوے سنا کہ آئے پیغمبر خدا صلعم عرفہ سے پس

اوترے شتر سے شعب مین اور بول کیا اور بعد اوسکے وضو کیا اور اسباغ نہین کیا

یعنی احتیاط نہ کی کہ تمام مستحبات اور سنن وضوء ادا ہون پس کہا مین نے کہ نماز

پڑھنا چاہتے ہین آپ تو فرمایا کہ نماز آگے تیرے ہے (یعنے مزدلفہ مین) پھر آئے مزدلفہ

مین اور وضو کیا اور تکمیل فرمائی وضو کی بعد اوسکے اقامت کہی گئی نماز کی پھر ادا

کی نماز مغرب بعد اوسکے سب لوگون نے اپنے اپنے موضع نزول مین اپنے اپنے

شترون کو بٹھایا اسکے بعد پھر اقامت کہی گئی نماز کی اور نماز عشا پڑھی اور درمیان

ان دونو نمازون کے اور کوئی نماز (نفلی) نہ پڑھی۔ پھر اس باب کے بعد باب ملحقہ

صحیح بخاری مین یہ حدیث درج ہے بطریق آدم عن ابن عمر قال جمع النبی صلعم بین

المغرب والعشا بجمع کل واحدۃ منہما باقامۃ ولم یسبح بینہما ولا علی اثر کل واحد

منہما یعنی کہا ابن عمر نے کہ جمع کیا پیغمبر خدا صلعم نے نماز مغرب اور عشاء کو مزدلفہ مین

ہر ایک کو ساتھ اقامت کے اور نہ درمیان ہر ایک اون سے کے اور نہ پیچھے کسی کے اون دونون مین سے کوئی نماز نفل پڑھی لم یسبح کا ترجمہ شیخ الاسلام شارح صحیح بخاری نے یہی لکھا ہے (کہ نماز نفل نہین پڑھی) اور اسی نام سے اس باب کو موسوم کیا ہے اور بطریق خالد بن مخلد اسی باب مین ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان رسول اللہ صلعم جمع فی حجۃ الوداع المغرب والعشا بالمزدلفہ یعنی روایت کی ہے ابو ایوب انصاری سے کہ کہا اونھون نے کہ رسول خدا صلعم نے نماز مغرب اور عشا دونو کو مزدلفہ مین جمع کیا۔ اور اسی طرح ایک باب جداگانہ صحیح بخاری مین دربارہ جمع کرنے نماز ظہر اور عصر کے ہے عرفہ مین اس عنوان سے باب الجمع بین الصلوتین بعرفۃ اور اس باب مین روایت کی ہے سالم سے کہ عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ طریقہ سنت یہ ہے کہ عین بوقت زوال اور شدت گرمی کے نماز پڑھے اور ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھنا طریقہ مسنون ہے اس روایت سے ثابت ہوا کہ عین وقت زوال بعد ادا کرنے نماز ظہر کے عصر کی نماز پڑھنا جائز ہے اور وقت ان دونو نمازون کا ایک ہے کیونکہ رسول خدا صلعم عصر کو قبل از وقت یا مغرب کو بعد فوت وقت ہرگز نہ پڑھتے اسلیئے کہ کوئی نماز قبل از وقت ادا نہین ہو سکتی نہ بعد فوت ہو جانے وقت کے داخل ادا ہو سکتی ہے اور دیگر اوقات مین یعنی علاوہ حجۃ الوداع کے جو رسول خدا صلعم نے ظہر و عصر اور مغرب و عشا کو جمع کیا ہے اوسکی روایات ہم پیشتر لکھ چکے ہین۔ اس سے ثابت ہوا کہ شیعون کا دو نمازون کو ملا کر پڑھنا نہ معیوب ہے نہ قابل اعتراض بلکہ ایسا عمل ہے کہ جسکو رسول خدا نے بارہا کیا ہے۔ اسلیئے جو شخص شیعون پر

معترض ہوتا ہے وہ گویا رسول خدا صلعم پر اعتراض کرتا ہے۔

رکن سوم قیام فی الصلواۃ کے بیان مین جس سے یہ مطلب ہے کہ نماز مین بحالت قیام ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا چاہیے یا ہاتھ کھول کر۔ واضح ہو کہ ارکان نماز چار ہین۔ قیام۔ قعود۔ رکوع۔ سجود۔ قیام کے معنی کھڑے ہونیکے ہین بلا تشریح اس امر کے کہ ناف پر ہاتھ باندھکر کھڑا ہو یا سینہ پر یا پس پشت مشکین باندھکر۔ غرض کہ نماز مین فرض صرف کھڑا ہو کر قرأت قرآن کرنا ہے اور اسیطرح سیدھے سادھے طور پر کھڑے ہو کر رسول خدا صلعم اور صحابہ نے نماز پڑھی ہے ناف پر ہاتھ باندھنا یا سینہ پر ہاتھ رکھنا ایجاد متاخرین ہے اور اونکا اجتہاد اسطرف گیا ہے کہ خداوند تعالی احکم الحاکمین ہے اوسکے روبرو نہایت عاجزی اور فروتنی سے کھڑا ہونا چاہئیے حالانکہ عاجزی اور فروتنی دل سے متعلق ہے نہ کہ پیٹ پر ہاتھ رکھنے سے اسلیئے نہ خداوند تعالی نے قرآن شریف مین فرمایا ہے کہ نماز مین ہاتھ باندھکر کھڑے ہوا کرو نہ رسول خدا صلعم نے خود ہاتھ باندھے ہین نہ دوسرون کو ایسا حکم دیا۔ آثار سلف جسقدر کتب معتبرہ اہل سنت مین ہاتھ باندھنے کے بابت وارد ہین وہ نہایت درجہ مختلف اور ناقابل اعتبار ہین خود اکابر علمائے اہلسنت نے اعتراف کیا ہے کہ اسکے برابر اور کسی معاملہ مین اختلاف وضعف روایات واقع نہین ہوا ہے۔ باوجودیکہ معاملہ نماز ایسا مشہور ہی معاملہ ہے کہ لوگون نے رسول خدا صلعم کو روزانہ پانچ مرتبہ تو ضرور ہی نماز پڑھتے ہوے دیکھا ہوگا لیکن اسپر ایک بھی حدیث ہاتھ باندھنے کے بابت صحیح ثابت نہوئی اور اہلسنت کے تین امام اسمین مختلف الاراء ہو گئے

معلوم ہووے کہ اہل سنت وجماعت کے چار پیشوا ہین۔ اول امام ابو حنیفہ دوم امام
شافعی سوم امام احمد بن حنبل چہارم امام مالک رح۔ ان مین سے امام ابو حنیفہ
نماز مین بحالت قیام ناف پر ہاتھ باندھنا جائز رکھتے ہین اور امام شافعی سینہ پر۔ اور امام
احمد بن حنبل ایک روایت سے مثل ابو حنیفہ اور ایک روایت سے مثل شافعی حکم دیتے ہین
یعنی مذبذب بین ذلک ہین۔ امام مالک شیعون کیطرح قطعی ہاتھ کھول کر نماز مین کھڑے
ہونے کا حکم دیتے ہین۔ ازانجا کہ خداوند تعالی نے قرآن مجید مین فقط نماز مین قیام کا
حکم دیاہے اور کچھ تخصیص ہاتھ باندھنے کی نہین فرمائی اور آثار سلف کا اختلاف ایسا
کہ چارون امام اہلسنت باہم مختلف تو ثابت ہوا کہ فقط اجتہاد ائمہ پر عمل کیا جاتا ہے اور
چونکہ ہاتھ باندھنے سے عاجزی اور فروتنی کا اظہار مقصود ہے تو بہ نسبت ناف او سینہ پہ
ہاتھ باندھنے کے اگر اپنی مشکین باندھکر انسان نماز پڑھا کرتے تو زیادہ عاجزی و فروتنی ہوتے
اور پھر تعجب یہ ہے کہ وہ فروتنی اور عاجزی فقط قیام کی حالت مین ہے منحصر رہتی ہے قعود اور
رکوع وسجود مین بالکل مفقود ہوتی ہے اسکے کیا معنی کہ نماز کے ایک جزو مین فروتنی ہو اور دیگر
اجزاء وارکان مین سرکشی کیجاوے۔ اب یہ امر تو متحقق ہے کہ نماز مین فرض قیام ہے بلا
خصوصیت کسی وضع کے اور مجتہدین اہلسنت نے حسب آثار سلف پر اعتبار کرکے ایک
جدا طریق اپنا قیام کے بابت پیدا کیا ہے اوسکی مفصل کیفیت لکھی جاتی ہے شیخ الاسلام
شرح صحیح بخاری کے کتاب الاذان مین مرقوم ہے کہ امام مالک نے توارسال کا حکم دیا یعنی
ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا۔ اور ابو حنیفہ زیر ناف ہاتھ باندھنے کا حکم کرتے ہین اور شافعی

سینہ پر ہاتھ رکھنے کا اور احمد بن حنبل مشترک ہین شافعی اور ابو حنیفہ ہین - اور یہ بھی
درج ہے کہ امام ابو حنیفہ کو حجت حدیث سہل بن سعد پر ہے یعنی اِس حدیث کی رو سے
امام ابو حنیفہ ناف پر ہاتھ باندھنے کا حکم دیتے ہین اور یہ حدیث صحیح بخاری کی کتاب
الاذان کے باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ مین اسطرح مروی ہے
حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ عن مالك عن ابی حازم عن سھل بن
سعد قال کان الناس یؤمرون ان یضع الرجل الید الیمنی علی ذراعہ
الیسری فی الصلوۃ یعنی سہل بن سعد نے کہا ہے کہ آدمی حکم دیئے جاتے تھے
کہ مرد اپنا دست راست بازوئے چپ پر نماز مین رکھے - اب اس حدیث کی سند کے
نسبت صحیح بخاری مین ہے قال ابو حازم لا اعلمہ الا ینمی ذلك الی النبی
صلعم یعنی کہا ابو حازم نے (جو راوی اول ہے اس حدیث کا سہل بن سعد سے)
کہ مین اوسکو نہین جانتا مگر یہ کہ وہ نسبت کرتا تھا اس حدیث کو طرف رسول خدا صلعم کے
یعنی خود راوی صاحب کو بھی معلوم نہین کہ کہنے والا اس حدیث کا کون شخص تھا -
اسمعیل بن ابی اویس نے ینمی ذلك بصیغہ مجہول بیان کیا ہے - یعنی ابو حازم
نے یہ کہا کہ مین اس حدیث کو نہین جانتا مگر منسوب کی گئی ہے طرف رسول خدا صلعم کے
یہ حدیث اول تو خود مشتبہ ہے اور اصل راوی مجہول ہے طریق عبد اللہ بن مسلمہ
سے اور بطریق اسمعیل بن اویس خود روایت ہی مجہول ہے - اور مضمون روایت
ایسا مہمل اور مبہم ہے کہ یہ بھی راوی کو معلوم نہین کہ اسطرح پر ہاتھ رکھنے کا حکم

آدمیون کو کس نے دیا - اسپر طرہ یہ ہے کہ یہ بھی کھلا کہ سینہ پر اسطرح ہاتھ رکھے یا شکم پر یا زیر ناف

سر یا پشت پر - اب فقط اجتہاد اور راے ائمہ اربعہ کی باقی رہی جیسا کہ لکھا ہے شیخ الاسلام شرح

صحیح بخاری مین (و نہادن دست بر دست متفق علیہ است میان ائمہ الا امام مالک کہ نزد

وی ارسال است بجاے وضع - ولیکن نزد امام ابو حنیفہ و بروایتے از امام احمد بن حنبل در زیر

ناف نہند و نزد امام شافعی برابر سینہ و بروایتے از احمد مخیر است خواہ زیر ناف نہند یا بر زیر سینہ)

اب ہاتھ باندھنے والے اہلسنت کے ائمہ مین تین امام رہے دیگر امام زیر ناف باندھنے کا

حکم دیتے ہین اور دیگر امام سینہ پر یعنی امام احمد بن حنبل مشترک ہین راے امام ابو حنیفہ

اور شافعی مین - استدلال امام ابو حنیفہ اور اون کے صاحبین کی حدیث ابو حازم تو اوپر

مذکور ہو چکی اب امام شافعی کی حجت کو ملاحظہ فرمایا جاوے کہ شیخ الاسلام مین مذکور ہے

(حجت شافعی حدیث وائل بن حجر است کہ گفت نماز گذاردم با رسول خدا صلعم پس نہاد

دست راست را بر دست چپ بر سینہ خود - اور ایسی ہی ایک روایت ترمذی نے قبیصہ بن

ہلب سے کی ہے کہ قبیصہ نے اپنے باپ ہلب سے روایت کی ہے کہ اوس نے دیکھا رسول اللہ صلعم

کو کہ رکھتے تھے اپنے ہاتھ کو اپنے سینہ پر - شیخ الاسلام مین مندرج ہے کہ (وائل یعنی راوی حدیث

مستدل امام شافعی اور ہلب یعنی راوی ترمذی کہ بر سولی آمدہ بودند نزد آنحضرت امتداد

صحبت و قربت ایشان در نماز ثابت نمی شود - وچون ذکر کردہ شد نزد ابراہیم نخعی حدیث وائل

در بر داشتن دستہا نزد رکوع گفت ابراہیم اعرابی کہ نگذارد با رسول خدا نماز نیز اگر ہمان روز آیا

وی اعلم باشد - و ترمذی با وجود روایت قبیصہ گفتہ امر درین باب واسع است نزد علماء) -

پس یہ امر تو بخوبی ثابت ہو چکا کہ وائل اور ہلب وفد و نواعرابی تھے اور علماء کو اونکے قول وفعل کا اعتبار نہین نہ وہ کبھی خدمت رسولخدا مین رہے ایک مرتبہ قاصد ہو کر آئے تھے اور اوس روز کے سواے کبھی اونھون نے رسول خدا صلعم کے ساتھ نماز نہین پڑھی۔ ترمذی کو خود اپنی روایت پر وثوق نہ رہا اس سے معلوم ہوا کہ یہ ہر دو روایات قابل اعتبار نہین ہین۔ بلکہ بڑے بڑے اکابر علماے اہلسنت کا یہ اعتراف ہے کہ نماز مین ہاتھ باندھنے کی کوئی حدیث بھی ثابت نہین ہوئی چنانچہ شیخ الاسلام مین قول شیخ ابن الہمام کا اسطرح منقول ہے۔ (و شیخ ابن الہمام گوید کہ حدیث در ہیچ یکے ازان بخصوص ثابت نشدہ پس حوالہ کردہ شود بر انچہ معہود و متعارفست نہادن آن حال قصد تعظیم در قیام و آن تحت سرہ است) ہمکو کمال تعجب اس امر کا ہے کہ اس بارہ مین ایک بھی حدیث اون اصحاب رسول خدا سے مروی نہین ہے جو ہمیشہ رسولخدا کی خدمت مین حاضر رہکر ہر روز آپ کو نماز پڑھتے ہوے دیکھا کرتے تھے اگر رسول خدا صلعم نماز مین ہاتھ باندھا کرتے تو ضرور تھا کہ بہت سی روایات صحابہ سے بہم پہونچتین نہونا کسی روایت کا آپکے صحابہ سے دلیل کامل اسبات کی ہے کہ زمانہ رسول خدا مین اسکا مطلق وجود نہ تھا اور کچھ تعجب نہین کہ زمانہ خلافت بنی مروان مین ایسا رواج ہو گیا ہو اور کسی خلیفہ نے حکماً اسکا اجرا کیا ہے اور مثل دیگر مسائل و رسومات کے یہ بھی عوام مین جاری ہو گئی جیسا کہ روایت ابو حازم عن سہل بن سعد سے مترشح ہوتا ہے کہ ضرور آدمی کسی خلیفہ کے حکم سے مامور کئے گئے تھے کہ وہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھا کرین چنانچہ خود مضمون روایت مین حوالہ حکم رسول خدا کا نہین ہے اور زمانہ مابعد مین حکم دینے والے خلیفہ کا نام مصلحتاً نکال دیا گیا ہے

اور جو لوگ مرض تعصب مین مبتلا ہو کر اپنے مسائل کی تائید مین موضوعی احادیث بنانے کے عادی ہو گئے تھے اونھون نے بھی بعض احادیث اس بارہ مین وضع کین اور اون لوگون کا یہ دستور تھا کہ اگر کسی امامیہ مذہب والے سے مثلاً اونکا مناظرہ ہے تو وہ اپنی موضوعی حدیث کو حضرت علی مرتضی علیہ السلام سے منسوب کر کے بیان کرینگے تاکہ مخالف کو گنجائش نہ ملی ایسا ہی اس بارے مین ایک حدیث وضع ہوئی کہ ابو داؤد اور احمد و دارقطنی و بیہقی نے اوسکو روایت کیا اور حضرت علی مرتضی سے منسوب کی گئی من السنۃ فی الصلوٰۃ وضع الاکف تحت السرۃ لیکن محدثین نقادنے اس حدیث کو درجہ اعتبار سے خود گرادیا شیخ الاسلام مین ہے ونووی گفتہ کہ اتفاق کردہ اند بر تضعیف این حدیث - اب صاف ظاہر ہوگیا کہ قیام نماز مین ہاتھ باندھنا نہ فرض ہے نہ سنت رسول اللہ صلعم کی کیونکہ جسقدر احادیث اس بارہ مین بیان کی گئی ہین کوئی اونمین سے صحیح ثابت نہین ہوئی سب کے سب موضوعی اور مشتبہ اور نامعتبر ہین پس یا طریق عمل امت کا اور وہ دو طرح پر ہے ایک ہاتھ کھول کر نماز مین کھڑا ہونا - دوسرے ہاتھ باندھنا اور چونکہ نماز مین محض قیام واجب ہے اور قیام کہتے ہین سیدھا کھڑا ہونیکو ہاتھ کھول کر - پس یہ طریقہ جو لوگ استعمال مین لاتے ہین وہ اپنے فرض سے ادا ہو جاتے ہین - اور جن لوگون نے اپنی رائے سے خواہ بقصد تعظیم یا بہ باعث حکام وقت یا کسی اور غرض سے بحالت قیام نماز ہاتھ باندھے خواہ سینہ پر یا نیچے ناف سو جسے بدعت ہے کہ کوئی حدیث اس بارے مین رسول خدا صلعم سے ثابت نہین ہوئی اور ایک طور پر تو بدعت سے بھی اسکا درجہ بڑھا ہوا ہے یعنی صریحاً مخالفت ہے فعل رسول اللہ صلعم کے - اگر کوئی شخص یون سمجھے کہ ہاتھ باندھنا فعل تعظیم ہے اسلیے قیام

نماز مین ہاتھ باندھنا اولی ہے تو یہ اوسکی غلطی ہے کیونکہ جس فعل کو دینیات مین رسول خدا صلعم
نے نہین کیا یا اوسکا حکم نہین دیا ہے اور اونکے بعد کسینے اپنی راے سے نکال لیا ہے کیسا ہی
بظاہر مستحسن معلوم ہو لیکن وہ بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت و گمراہی مین ڈالنے والی ہے۔
اگر اہلسنت و الجماعت ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے پر طعن کرتے ہین تو وہ اپنے عقیدہ کے بموجب
سخت گنہگار ہوتے ہین کیونکہ اونکے ائمہ اربعہ مین سے ایک امام مالک نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا جائز
قرار دیا ہے اور حرمین شریفین مین اونکا مصلے موجود ہے جسپر ہاتھ کھول کر نماز پڑھی جاتی ہے اور بموجب
عقائد اہلسنت و الجماعت کے امام مالک کا مذہب برحق ہے۔ پس اگر وہ معترض حرمین شریفین
مین پایا جاوے تو ضرور اوسکو تعذیر دیجاویگی۔ ہان سینہ یا ناف پر ہاتھ باندھنے والون پر اگر کوئی
معترض ہو تو بیجا نہین ہے کیونکہ نہ خدا نے اسطرح حکم دیا ہے نہ رسول خدا نے کیا ہے نہ کہا ہے۔
اسلیئے بدعت پر معترض ہونا بیجا نہین اور ہاتھ باندھنے والونکو بجز اسکے اور کچھ جواب نہین کہ ہم بقصد
تعظیم ایسا کرتے ہین ہم کہتے ہین کہ بہ نسبت اسکے دونو ہاتھونکو جوڑ کر کھڑا ہونا زیادہ تر تعظیم اور نیز
عاجزی اور فروتنی کا اظہار ہے پھر ہاتھ جوڑ کر کیون نہین کھڑے ہوا کرتے اور اگر اس سے بھی زیادہ
اپنی عاجزی کا اظہار منظور ہووے تو اپنی مشکین باندھکر کھڑا ہونا چاہیے لیکن بحث یہ ہے کہ ہم لوگونکو
دینیات مین اپنی راے کا داخل کرنا جائز نہین ہے جو طریقہ جناب سرورکائنات نے ہمارے لیے
مقرر کر دیا ہے اوسیکی پابندی ہمپر واجب ہے اپنی طرف سے دینیات مین جدید امر اختراع کرنا سخت
ممنوع ہے جیسا کہ فرمایا ہے شارع علیہ السلام نے کل بدعت ضلالۃ بعض لوگون نے
بدعت کو دو قسم سمجھا ہے بدعت سیئہ اور بدعت حسنہ اور کچھ بعید نہین ہے کہ براہ غلط فہمی کسی

بدعت کو بدعت حسنہ سمجھکر اپنے دل کو تسلی دین لیکن دراصل کوئی بدعت نیک نہین ہے اور حسب
حدیث متذکرہ صدر ہر قسم کی بدعت گمراہی مین ڈالنے والی ہے فاعتبروا یا اولی الابصار

رکن چہارم در باب قرأت بعد تکبیر تحریمہ جس سے یہ مراد ہے کہ بعد تکبیر تحریمہ کے شروع
قرأت سورۂ الحمد سے ہونی چاہیے یا بحسب طریق اہلسنت والجماعت دعاء سبحانک اللّٰھم
بحمدک الخ پڑھی جاوے۔ یعنی اسبارے مین طریقہ مسنون کیا ہے واضح ہو کہ مذہب شافعیہ
مین نماز فرض اور نفل مین مستحب ہے کہ بعد تکبیر تحریمہ و قبل از قرأت قرآن دعاء انی
وجہت وجھی للذی فطر السموات والارض اور دعاے سبحانک اللھم الخ پڑھین
اور حنفیہ و احمد کے مذہب مین فقط دعاے سبحانک اللھم الخ پر اقتصار کیا گیا ہے۔ کذا فی
شیخ الاسلام۔ اور مذہب شیعہ امامیہ اثنا عشریہ مین بعد تکبیر تحریمہ کے شروع قرأت سورہ الحمد سے
کیجاتی ہے۔ اب ہم تحقیق اس امر کی کرتے ہین کہ آیا بروے احادیث صحیحہ مرویہ اہلسنت والجماعت
رسول اللہ صلعم کا طریق عمل اسبارہ مین کیا ثابت ہوتا ہے آیا آپ شیعون کے طرح افتتاح نماز
و شروع قرأت سورہ الحمد سے کرتے تھے یا اہلسنت والجماعت کے طریق پر ادعیہ متذکرہ
صدر سے افتتاح صلوٰۃ و شروع قرأت فرماتے تھے چنانچہ صحیح بخاری کے ملاحظہ سے صاف
ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم شروع قرأت اور افتتاح نماز سورہ الحمد سے کیا کرتے تھے اور
اسی طرح دوسرون کو حکم دیتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری کتاب الاذان کے باب
ما یقرع بعد التکبیر مین مروی ہے حدثنا حفص بن عمر قال حدثنا شعبہ
عن قتادہ عن انس ان النبی صلعم و ابا بکر و عمر کانوا یفتتحون الصلوٰۃ بالحمد للہ

رب العالمین یعنی حفص بن عمر نے روایت کی شعبہ سے اور او سنے قتادہ سے اور او سنے انس بن مالک سے کہ تحقیق نبی صلعم اور ابوبکر و عمر افتتاح نماز کرتے تھے الحمد للہ رب العالمین سے ۔ اور اس جگہ افتتاح نماز سے شروع قرأت ہے بعد تکبیر کے ورنہ افتتاح نماز تکبیر سے ہوتا ہے اور مویدا سکی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے کہ استخراج کیا ہے اوسکو مسلم نے اپنی صحیح مین کہ آنحضرت صلعم افتتاح نماز تکبیر سے کیا کرتے تھے اور افتتاح قرأت الحمد للہ رب العالمین سے ۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس حدیث مین الحمد سے پہلے بسم اللہ کا ذکر نہین ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم جزو ہے سورہ الحمد کا جیسا کہ استدلال کیا ہے امام شافعی نے اسی حدیث مین کہ الحمد للہ رب العالمین سے مراد سورۃ الحمد ہے اور وہ شروع ہوتی ہے اپنی پہلی آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم سے اور ختم ہوتی ہے ولا الضالین پر اور امام مالک کے نزدیک بسملہ ہر سورہ کے شروع مین نازل ہوئی ہے اسلیے پڑھنا بسملہ کا ہر سورہ کے شروع پر واجب ہے تنبیہ حدیث مندرجہ بالا کے مضمون سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ انس بن مالک نے یہ حدیث ایسے زمانہ مین بیان کی ہے کہ لوگون نے بعد تکبیر اور قبل الحمد کچھ دعائین اپنی طرف سے ایجاد کر کے شامل نماز کر لین تھین کیونکہ جناب پیغمبر خدا صلعم کے ساتھ جو طریق عمل شیخین کا بیان کیا ہے اوس سے یہی مطلب ہے کہ زمانہ جناب رسولخدا صلعم اور زمانہ خلافت حضرت ابوبکر و حضرت عمر مین بعد تکبیر تحریمہ شروع قرأت الحمد سے ہوتی تھی اور حضرت عثمان کی خلافت مین دعا اختراع ہوئی ہے ۔ اور یہ بات کچھ بعید از قیاس نہین ہے کیونکہ اکثر معاملات مین تغیر و تبدل خاص حضرت عثمان کے ہی زمانہ مین ہوا ہے اور پھر معاویہ

ادہر مروان اور اوسکی اولاد کی خلافت ایام مین حکماً اون اُمور کی پابندی کرائی گئی جنکو حضرت عثمان
یا حضرت معاویہ و حضرت مروان نے مجدداً برخلاف طریقہ رسولخدا و شیخین کے جاری کیا تھا۔ اور
مین یقین کرتا ہون کہ ہاتھ باندھکر نماز پڑھنا بھی انھین بزرگوارون کے اختراعات سے جاری
ہوا ہے۔ اگرچہ عبدالرحمن بن عوف نے بوقت شوری حضرت عثمان سے اسبات کا عہد لیا تھا
کہ وہ جملہ امور مین تقلید شیخین کی کرتے رہین گے لیکن کتب احادیث و سیر کے دیکھنے سے
پایا جاتا ہے کہ انکے زمانہ خلافت مین کھلم کھلا مخالفت افعال رسول اللہ صلعم اور حضرات
شیخین کی کی گئی۔ جیسا کہ حکم اور مروان کو رسولخدا صلعم نے بڑلیس نکالا دیا اور حضرات
شیخین نے اوس حکم کا اتباع کیا مگر حضرت عثمان نے نبی صلعم کے حکم کو منسوخ کرکے اپنے پاس
بلا لیا اور صاحب جاہ و حشمت کردیا۔ یا ثعلبہ بن حاطب سے خلاف حکم خدا و رسول و خلاف
طریقہ شیخین زکوٰۃ لیلی۔ یا قرآن شریف مرتبہ و مجریہ خلافت شیخین کو مطلقاً تلف کرکے اپنی
ترتیب کو جاری کیا۔ اور بہت سے امور ہین کہ یہ رسالہ گنجایش اونکی نہین رکھتا۔ باعث
ترویج بدعات زمانہ خلافت حضرت عثمان کا یہ ہے کہ زمانہ خلافت بنی اُمیہ مین خدا و رسول کا
حکم ٹل جاتا تھا اگر یہ مجال کسیکی نہ تھی کہ حضرت عثمان کے حکم کو ٹال دے۔ مین اسبارہ خاص
مین ایک مجلد کتاب لکھ سکتا ہون لیکن اس رسالہ مین ایسے امور کا ذکر کرنا بالکل بے محل ہے
اس موقع پر فقط ایک روایت پر اکتفا کرتا ہون کہ اتفاق سے تیسیر القاری شرح صحیح بخاری
مین اسوجہ سے میری نظر سے گذری کہ اوسکے حاشیہ پر جو شرح ثانی مسمی بہ شیخ الاسلام لکھی
ہوئی ہے اوسکی کتاب الاذان اور اسکی کتاب الحج ایک ہی اوراق مین ہین تیسیر القاری کی

کتاب الحج باب الصلوۃ عینی مین مروی ہے۔ عن عبد اللہ ابن مسعود قال صلیت مع النبی صلعم رکعتین ومع ابی بکر رکعتین ومع عمر رکعتین ثم تفرقت بکم الطریق فیالیت حظی من اربع رکعتان متقبلتان یعنی بطریق قبیصہ۔ ابن مسعود سے مروی ہے کہ کہا ابن مسعود نے کہ نماز پڑھی ہمنے ساتھ رسول خدا صلعم کے دو رکعتین اور ساتھ ابوبکر کے دو رکعت اور ساتھ عمر کے دو رکعت بعد اسکے طریق مختلف ہو گیا اور کاش کہ نصیب میرا ان چار رکعتون مین سے جو عثمان نے پڑھین دو رکعت مقبول ہوتین۔ شارح کہتے ہین۔ یعنی کاش عثمان دو رکعت گذاروے چنانکہ آنحضرت و یاران اوگذاردہ اند۔ ودرین اواظہار کرامت فعل عثمان است از جہت مخالفت عمر آنہارا کہ مقتدا بودند۔ علاوہ حدیث متذکرہ اول کے ایک اور حدیث جس سے بعد تکبیر قراءت قرآن کا حکم پایا گیا ہے صحیح بخاری کے باب وجوب القرأت للامام والماموم مین مروی ہے حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا یحیی قطان عن عبید اللہ عمری قال حدثنا سعید بن ابی سعید عن ابیہ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلعم دخل المسجد فدخل رجل فصلی وسلم علی النبی صلعم فرد وقال ارجع فصل فانک لم تصل فرجع فصلی کما صلی ثم جاء فسلم علی النبی صلعم فقال ارجع فصل فانک لم تصل ثلثا فقال والذی بعثک بالحق ما احسن غیرہ فعلمنی فقال اذا قمت الی الصلوۃ فکبر ثم اقرء ما تیسر معک من القرآن ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع حتی تعتدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع [حتی تطمئن] وافعل ذالک فی الصلوۃ کلھا یعنی روایت ہے ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلعم داخل

ہوے مسجد مین کہ ایک آدمی آیا اور اوسنے نماز پڑھی اور حضرت کو سلام کیا حضرت نے
جواب سلام کا دیکر فرمایا کہ پھر لوٹ جا اور نماز پڑھ کہ تو نے نماز نہین پڑھی ہے پس وہ شخص
لوٹ آیا اور پھر اوسی طرح نماز پڑھی جیسے کہ پہلے پڑھی تھی اور نماز پڑھکر پھر حضرت کے پاس آیا
اور سلام کیا پھر حضرت نے فرمایا کہ لوٹ جا اور پھر نماز پڑھ کہ تو نے نماز نہین پڑھی اور تین مرتبہ
اسی طرح فرمایا پھر تیسری بار وہ شخص بولا کہ یا حضرت مجھے قسم ہے اوسکی کہ جسنے تمکو برحق مبعوث
کیا ہے کہ مجھے اس سے بہتر نماز پڑھنی نہین آتی آپ مجھے تعلیم فرما دیجئے تب حضرت نے فرمایا
کہ جسوقت تو نماز کو کھڑا ہو تو اول تکبیر کہہ بعد اوسکے جو کچھ کہ قرآن مین سے تجھے یاد ہے وہ
پڑھ (یعنے الحمد اور جو اور کوئی سورت یاد ہو) بعد اسکے رکوع کر یہانتک کہ رکوع مین طمینان
ہو پھر سر اوٹھا یہانتک کہ اعتدال کے ساتھ کھڑا ہو پھر سجدہ کر یہانتک کہ سجدہ مین اطمینان
حاصل ہو پھر سر اوٹھا اور اطمینان کے ساتھ جلسہ کر اور اسی طرح ساری رکعتین نماز کی پوری کر
تنبیہ نسبت رکعتین اخریئین اور حکم ہے جیسا کہ شیخ الاسلام مین ہے کہ رکعت آخریئین
مین مختار ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھے یا تسبیح پڑھے بموجب روایت حضرت علی اور ابن مسعود اور
عائشہ کے کہ کہا اونھون نے - (کہ قراءت میکردند در اولین ونمی خواندند در آخریئین ودر روایتے
تسبیح میکردند در آخریئین - وہم چنین لہ زابراہیم نخعی وسفیان ثوری مرویست - اور شیخ الاسلام
کے دوسرے باب یقرء فی الاخریئین بفاتحۃ الکتاب مین مرقوم ہے - واز بنجا وجوب فاتحہ در
آخریئین لازم نیاید بدلیل روایت ابن منذر از امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کہ گفت قراءت
کن در اولین وتسبیح کن در آخریئین - چونکہ شیعہ امامیہ رکعتین آخریئین مین تسبیح پڑھتے ہین اسلئے

متبع سنت ہین پس جو شخص تسبیح پڑھنے والون پر معترض ہو وہ سنت نبوی پر معترض ہوتا ہے
حدیث متذکرہ صدر سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ اہلسنت جو بعد سجدتین بغیر جلسہ کھڑے ہو جاتے
ہین یہ فعل اونکا خلاف سنت ہے اور شیعہ جو سجدتین کے بعد باطمینان جلسہ کرکے اوٹھتے
ہین وہ متبع سنت ہین۔ اب ہم یہ تحقیق کرنا چاہتے ہین کہ حنفیون نے دعائے استفتاح
نماز کہانسے نکالی ہے چنانچہ معلوم ہوا کہ ماخذ انکا وہ حدیث ابی ہریرہ کے ہے جسکو بخاری
نے روایت کیا ہے کہ ابو ہریرہ کہتے ہین کہ رسول خدا صلعم بعد تکبیر و قبل شروع قرات کچھ تھوڑی
دیر تک ساکت رہتے تھے۔ اسپر امام ابو حنیفہ اور احمد نے گمان کرلیا ہے کہ دعا کرتے
تھے۔ مگر یہ وہی نقل ہے کہ کسی شخص نے بھیگی ہوئی بلی کو دیکھ کر کہدیا تھا کہ بارش ہو رہی ہے
ثبوت اس امر کا کہ اسی حدیث کی بناء پر امام ابو حنیفہ نے دعائے استفتاح نماز کو مستحب قرار دیا ہے
یہ ہے کہ شیخ الاسلام شارح صحیح بخاری نے اس حدیث کی شرح مین یہ لکھا ہے۔ واین حدیث
دلیل ست بر خواندن دعائے استفتاح بخلاف امام مالک کہ گوید مستحب نیست ولیکن امام
ابو حنیفہ و احمد استفتاح در فرض بہ تسبیح و ثنا گویند الخ

رکن پنجم رفع یدین کے بیان مین رفع یدین کے معنی بلند کرنا ہاتھون کا ہے اور
اصطلاح فقہ مین بروقت کہنے تکبیر کے دونون ہاتھونکا بلند کرنا ہے۔ واضح ہو کہ اہلسنت
والجماعت خصوصاً حنفی مذہب مین سوائے تکبیر تحریمہ کے دیگر تکبیرون کے وقت رفع یدین
ناجائز ہے۔ اور صحاح اہلسنت سے قطعی طور پر ثابت ہوا ہے کہ جناب سرورکائنات علیہ
افضل التسلیمات ہر تکبیر کہنے کیوقت رفع یدین کرتے تھے اب اہل انصاف غور کرسکتے ہین کہ

ٹھیک طریقہ رسول خدا صلعم پر کون چلتا ہے اور سنت نبوی کا مخالف کون ہے۔ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ بموجب طریقہ رسول خدا صلعم سوائے تکبیر تحریمہ کے دیگر تکبیرون پر بھی رفع یدین کرتے ہین اور اہلسنت والجماعت اسکے خلاف کرتے ہین صحیح بخاری کی کتاب الاذان کے باب رفع الیدین فی تکبیر الاولی ہین حدیث مسطورہ ذیل مرقوم ہے حدثنا عبد اللہ بن مسلمہ عن مالک عن ابن شہاب عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ ان رسول اللہ صلعم کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح الصلوٰۃ واذا کبر للرکوع واذا رفع راسہ من الرکوع رفعہما کذلک ایضا وقال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد وکان لا یفعل ذلک فی السجود یعنی سالم بن عبد اللہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ یہ تحقیق کہ رسول خدا صلعم دونون ہاتھ دوش کے برابر بلند کرتے تھے جبکہ نماز شروع کرتے تھے اور نیز جبکہ تکبیر واسطے رکوع کے کرتے تھے اور جبکہ سر رکوع سے اوٹھاتے تھے دونو ہاتھ اسیطرح بلند کرتے تھے اور کہتے تھے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد (اور روایت ثانی مین ربنا ولک الحمد شامل نہین ہے) اور آنحضرت سجدون مین ایسے نہین کیا کرتے تھے شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری مین اسی حدیث کی شرح مین لکھا ہے کہ اکثر شافعیہ سجدون کیوقت بھی تکبیر پر رفع یدین کرتے ہین۔ اور اہلسنت مین جو ایک فرقہ اہل حدیث کہلاتا ہے اور وہ فقہاء اربعہ مین سے کسیکی مقلد نہین ہین وہ بھی ہر تکبیر پر رفع یدین کرتے ہین لیکن حنفی اسکو نہایت مکروہ سمجھتے ہین۔ اور حقیر نے جہانتک غور کیا ہے سنت نبوی کے مخالفت کرنے والون مین درجہ اول پر امام ابو حنیفہ پائے جاتے ہین اور اونکے بعد احمد بن حنبل ہین اور اسیطرح فقہاء

اربعہ مین سے اتباع سنت پر کوشش کرنیوالے اول درجہ پر امام مالک ثابت ہوتے ہین
اور اونکے بعد امام شافعی کا درجہ ہے **دوسری حدیث** صحیح بخاری **باب** رفع الیدین
اذا کبر واذا رکع واذا رفع مین بطریق محمد بن مقاتل عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے قال رایت
رسول اللہ صلعم اذا قام فی الصلوۃ رفع یدیہ حتی یکونا حذو منکبیہ وکان یفعل
ذلک حین یکبر للرکوع ویفعل ذلک اذا رفع راسہ من الرکوع ویقول سمع اللہ
لمن حمدہ ولا یفعل ذلک فی السجود یعنی کہا ہے عبداللہ ابن عمر نے کہ دیکھا مین نے
رسول اللہ صلعم کو کہ جسوقت وہ نماز کو کھڑے ہوتے تو دونو ہاتھ مونڈھون کے برابر بلند کرتے
اور ایسے ہی کرتے تھے جبکہ رکوع کیواسطے تکبیر کرتے اور ایسا ہی جب کرتے کہ رکوع سے سر اونچا
کرتے اور کہتے سمع اللہ لمن حمدہ اور سجدہ مین ایسا نہین کرتے تھے **وصحیح بخاری**
باب ایضا بطریق اسحق الواسطی عن ابی قلابہ مروی ہے کہ انہ رای مالک بن
الحویرث اذا صلے کبر ورفع یدیہ واذا اراد ان یرکع رفع یدیہ واذا رفع راسہ من
الرکوع رفع یدیہ وحدث ان رسول اللہ صلعم صنع ھکذا یعنی ابی قلابہ نے مالک
بن حویرث صحابی کو دیکھا کہ جب وہ نماز پڑھتے اور تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا
ارادہ کرتے تب بھی رفع یدین کرتے اور بوقت سر اوٹھانے رکوع سے بھی رفع یدین کرتے
اور حدیث کرتے کہ جناب رسول خدا صلعم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے **وایضا باب**
رفع الیدین اذا قام من الرکعتین حدثنا عیاش بن الولید قال حدثنا
عبد الاعلی قال حدثنا عبید اللہ عمری عن نافع ان ابن عمر کان اذا دخل

فی الصلوۃ کبر ورفع یدیہ واذا رکع رفع یدیہ واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ رفع
یدیہ واذا قام من الرکعتین رفع یدیہ۔ ورفع ذلک ابن عمر الی نبی اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم۔ ورواہ ابن طہمان عن ایوب وموسی بن عقبہ مختصرا۔ وروا
حماد بن سلمہ بن دینار عن ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم یعنی نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر جب نماز شروع کرتے اور تکبیر کہتے تو رفع
یدین کرتے اور جبکہ رکوع کرتے تب بھی رفع یدین کرتے اور جبکہ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو
بھی رفع یدین کرتے اور جبکہ دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوتے تب بھی رفع یدین کرتے۔ اور سند
اس حدیث کی ابن عمر نے طرف جناب رسول خدا صلعم کے کی ہے۔ اور ابن طہمان نے بھی
اس حدیث کو ایوب اور موسی بن عقبہ سے مختصر طور پر روایت کی ہے۔ اور نیز حماد بن سلمہ بن
دینار نے ایوب سے اور اونے نافع سے اور اونے ابن عمر سے اور ابن عمر نے رسول خدا صلعم سے
روایت کی ہے۔ ہم رفع یدین کے بارہ میں جہانتک دیکھتے ہیں صحاح اہلسنت مشاہیر صحابہ
کی روایات سے مالامال ہیں اور نہایت اطمینان کے ساتھ ثابت ہوا ہے کہ جناب سرور کائنات
صلعم ہمیشہ تکبیرات پر رفع یدین کرتے تھے اور دوسرونکو اسکے کرنیکا حکم دیتے تھے اور ساتھ ہی
اسکے ہمکو نہایت درجہ تعجب اس بات کا ہے کہ ائمہ اربعہ اہلسنت میں سے خاص امام ابو حنیفہ نے
کیوں ایسے مستند اور معتبر روایات مشاہیر صحابہ سے مخالفت اختیار کی اور ایسے اکثر امور کو
کیوں اختیار کیا کہ جنکا مطلق وجود بھی مرویات مشاہیر صحابہ میں پایا نہیں جاتا جیسے قیام نماز
میں ناف پر ہاتھ باندھنا کہ اسکا آثار سلف سے مطلق وجود پایا نہیں گیا اسکو اونھوں نے اختیار کیا

اور رفع یدین جسکا کرنا رسول خدا کی نسبت مشاہیر صحابہ کی کثیر روایات سے ثابت ہوا ہے ترک
کردیا اسکی وجہ سوائے اسکے اور کچھ نہین ہے کہ انکا زمانہ خلفاے مروانیہ کے زمانہ سے زیادہ ملحق
تھا اور جسقدر تغیرات دین مین واقع ہوئے ہین وہ سب بنی امیہ کے طفیل سے ہوئے اور سلطنت
اونکی چونکہ قریب ایک سو برس کے مسلسل و مستقل طور سے قائم رہی کسیکی مجال نتھی کہ اون کے
رسمیات کو ترک کرکے آثار سلف کی تفتیش کرے اور جبکہ اس سو برس کے عرصہ مین علما کی
کئی کئی پشتین خلفاے بنی امیہ کی تقلید مین گذر گئین تو آخرکار تمامی تغیرات دینی ایسے سمجھے
گئے کہ گویا اسی طرح زمانہ رسول خدا سے ہوتے ہوئے چلے آرہے ہین۔ لیکن جبکہ زمانہ سلطنت
بنی عباس کا آیا اور ہر امر کی نسبت تحقیق و تفتیش شروع ہوئی کہ فلان امر مین بزمانہ رسول خدا
کیا عمل درآمد تھا اسوقت ہر بات کھلنے لگی لیکن چونکہ عمل درآمد زمانہ رسول خدا نہ تو قید کتابت
مین تھا نہ سواے اہلبیت پیغمبر صلعم کوئی خاندان ایسا تھا کہ اون مین تربیت بنی امیہ نے اثر نہ کیا ہو
اور عمل درآمد زمانہ رسول خدا اونکے سینہ بسینہ چلا آرہا ہو اسلئے بہت باتون مین غیر لوگون سے
عمل درآمد زمانہ رسول خدا معلوم نہو سکا اور چونکہ اہلبیت پیغمبر کیطرف اس زمانہ مین بھی بخوف
خلفاے بنی عباس عوام لوگ رجوع نہوے اور اون سے مسائل دینی اخذ کرنیکی جرأت نہ پائی
اسلئے بہت سے امور مروجہ زمانہ بنی امیہ قائم رہ گئے اور شافعی و ابو یوسف وغیرہ متاخرین کی
کوششون کا کوئی نتیجہ کافی برآمد نہوا۔ مگر تاہم بہ نسبت اجتہاد امام ابو حنیفہ کے انھون نے
کسیقدر کامیابی حاصل کی اور جون جون زمانہ بنی امیہ کو بعد ہوتا گیا زمانہ رسول خدا کے آثار
منکشف ہوتے گئے کیونکہ فقہا نے تکبیر تسلیم کی روایت صحاح اہلسنت مین مندرج ہین گو

اون پر عموماً اہلسنت کا عمل نہین ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ شیعہ اپنے تمامی عقائد کا ثبوت احادیث
مندرجہ صحاح اہلسنت سے دیسکتے ہین۔ اب اگرچہ اکثر مسائل دینی احادیث مندرجہ صحیحین سے خلاف
اجتہاد امام ابو حنیفہ کے پائے جاتے ہین اور صحیحین کے مرویات کی صحت اور سندین عام اہلسنت کو
کلام نہین لیکن محض اسوجہ سے کہ جب ہم قدیم سے مقلد امام ابو حنیفہ کے ہین تو پھر اونکی تقلید
کیسے چھوڑدین اب تو بہشت مین جائین یا دوزخ مین جسکے نام پر ایکدفعہ بک چکے ہین اوسکی
تقلید کیسے چھوڑدین میرے نزدیک امام ابو حنیفہ اپنی مجبوریکو خوب جانتے تھے اور سمجھتے تھے
کہ بنی امیہ کی سلطنت کے اثر سے آثار زمانہ رسول خدا کا انکشاف کامل طور سے اس زمانہ
مین نہین ہوسکتا ہے اسلئے وہ اپنے شاگردون کو حکم دیگئے تھے کہ اگر میرے قول کے برخلاف حدیث
ثابت ہو تو میرے قول کی پابندی نکرنا لیکن شاگردون کو اوستاد کی تقلید کا متروک ہونا پسند نہوا
اسلئے امام ابو حنیفہ کے اس وصیت نے کوئی بہتر نتیجہ پیدا نکیا کاش امام ابو حنیفہ اس وصیت کو
تشریح کے ساتھ کرتے تو اونکے اصحاب سے سرسری بات سمجھکر خاموش نرہتے اور جو اعتراضات
اونکی کارروائیون پر اونکے ہمعصر علماء نے کئے ہین اسکی بھی نوبت نہ پہونچتی۔ صحیح بخاری میں
جن مقامات مین امام ابو حنیفہ پر طعن کئے گئے ہین اسیطرح امام شافعی اور اونکے اتباع نے
بہت دلیری کے ساتھ انکے مطاعن کا اظہار کیا لیکن حنفیون نے اوسوقت یہ عمدہ دنیاوی پالیسی
اختیار کی کہ اون مطاعن کو سنکر سکوت اختیار کیا۔ اگر ساکت نہوتے تو جواب شافی دے نہین
سکتے تھے اپنے مذہب سے دست بردار ہوجاتے لیکن اوسوقت کا سکوت کام کر گیا۔ فریق ثانی کا طرز
سے تشنیع میں بڑا نکتہ غلو کیا گیا کہ امام صاحب اور اونکے اتباع پر تکفیر کے فتوے دیئے گئے اور

ایدھر خلیفون کیجانب سے چارون مذہب کے برحق ہونیکا اعلان کیا گیا جب مخالفون نے اپنے فرقہ ثانی
کی یہ چاپلوسی دیکھی وہ بھی مطاعن سے باز رہے اور ایدھر ابو یوسف وغیرہ اصحاب امام ابو حنیفہ
سلطنت بنی عباس کے قاضی القضات مقرر ہوے اور یہ طریقہ عام جاری ہو گیا کہ کسی ملک
اور شہر اور قصبہ مین قاضی اور مفتی اور امام اور موذن اور معلم سوائے حنفی مذہب کے دوسرا
مقرر نہو۔ اسوجہ سے مذہب حنفی تمام ممالک اسلام مین پھیل گیا۔ کافی نظیر اس امر کی ملک
مصر کی تبدیلی مذہب ہے کہ بزمانہ سلاطین فاطمیہ تقریباً تمام ملک مصر کا مذہب شیعہ تھا اور
جب اہلسنت کی عملداری ہوئی اور قاضی مفتی جس مذہب کے مقرر ہوے وہی مذہب ملک
مین رائج ہوا یعنی کبھی سارا ملک حنفی ہو گیا اور کبھی شافعی ہو گیا۔ ابتدائے زمانہ مین جو مذہب
شیعہ کم شایع ہوا اور دیگر مذاہب جو برخلاف اسکے تھے روز افزون ترقی پاتے رہے اسکی یہی
وجہ تو ہے کہ قریب اکیانوے سال تک ممالک اسلام مین بنی امیہ کا دخل رہا اور وہ دشمن خاندان
رسول اللہ کے تھے۔ جسکا مذہب شیعہ ثابت ہوا اوسپر طرح طرح کی سختیان پڑین حضرت قنبر
اور حضرت کمیل وغیرہ ایک جماعت کثیر زمانہ معاویہ سے لیکر آخری خلیفہ اموی تک اسی مذہب
تشیع کی بدولت شہید ہوے طبقہ اول مین حضرت ابوذر غفاری و عمار بن یاسر پر تشدد
ہوے اور بعد خلافت بنی امیہ کے بنی عباس نے پانسو برس تک کوئی دقیقہ ظلم و ستم کا
شیعیان اہلبیت سے اوٹھا نہیں رکھا انکے بعد ترکون کی سلطنت مین بھی یہی حال رہا
شیعونکی جان کے دشمن رہے اور بواسطہ شایع کرنے مذہب اہلسنت و جماعت کے قاضی
و مفتی بر مناصب مین سے چھانٹ کر مقرر ہوتے رہے سادات کو باشتباہ اس امر کے انکا

مذہب شیعہ کو عہدۂ قضا نہین ملتا تھا۔ اکثر سادات نے بطمع عہدہ قضا اپنے آپ کو شیخ ظاہر
کیا اور اِس حیلہ سے عہدہ قضا حاصل کیا۔ اب اونکو پھر سیّد ہونا دشوار ہوگیا جیسے قصبہ منگلور
کے حضرات کا اب غل مچا مچا کر کہہ رہے ہین کہ ہم سید ہین اور ہمارے بزرگون نے بطمع عہدۂ قضا شیخ
ہونا قبول کر لیا تھا اور سیادت کو چھپایا تھا اب ہمکو پھر سید کہو جبکہ شیعون سے زمانہ ایسا
ناسازگار رہا ہو پھر شیوع اور ترقی کی امید کسطرح ہوسکتی تھی ہان اس مذہب کا قائم رہنا
باوجود اس کثرت حوادث کے بیشک معجزہ اور خرق عادت ہے اور اس مذہب کے برحق ہونیکی
بہت بڑی دلیل ہے اگر کسی دوسرے مذہب پر باوصف اوسکے عروج ہوجانیکے بھی ایسے حوادث
پڑتے جیسے کہ مذہب شیعہ پر اسکے عین ایام صداشت سے پڑے ہین تو مین سچ کہتا ہون کہ وہ مذہب
بیخ و بنیاد سے اوکھڑ جاتا اور دنیا مین کوئی اوسکے نام سے بھی آگاہ نہوتا

رکن ششم قنوت نماز فریضہ کے بیان مین قنوت کے معنی دعا مانگنے کے ہین اور
اصطلاح فقہ مین قنوت سے وہ دعا مراد ہے کہ جو نماز کی دوسری رکعت مین بعد ختم قراءت
قرآن و قبل از رکوع پڑھی جاتی ہے۔ اہلسنت والجماعت نے مثل رفع یدین وغیرہ اسکو بھی ترک
کر دیا ہے۔ اور شیعہ اوسکو فرض سمجھکر ادا کرتے ہین اور کوئی نماز ایسی نہین ہے کہ جسمین قنوت نہ
پڑھتے ہون۔ علاوہ اسکے کہ قرآن پاک مین قنوت پڑھنے کا صاف یہ حکم کہ قوموا للّٰہ قانتین
موجود ہے صحاح اہلسنت والجماعت سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہمیشہ جناب سرور کائنات نے
نماز مین قنوت پڑھا ہے اور آپکے بعد صحابہ نے بھی ترک نہین کیا ہے لیکن حضرات اہلسنت
والجماعت باوصف حکم خدا و رسول کے اسکو ترک کرتے ہین اور شیعون پر ناحق معترض ہوتے ہین

ہمارا مقصود اِس موقع پر یہ ہے کہ ہم اِس امر کی تحقیق کرین کہ آیا احادیث مندرجہ کتب اہلسنت سے قنوت کا کچھ وجود پایا جاتا ہے یا شیعون نے ہی بزعم جہال اسکو اختراع کرلیا ہے بس اگر احادیث صحیحہ اہلسنت سے یہ ثابت ہوجاوے کہ رسول خدا صلعم بھی ہر نماز فریضہ مین قنوت پڑھا کرتے تھے تو پھر کسیکو شیعون پر اعتراض کرنیکا موقع نملیگا۔ چنانچہ تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ جناب سرور کائنات صلعم وقتیہ نمازون کے قنوت مین ہر قسم کے مختلف دعائین پڑھا کرتے تھے جیسے کہ ضعفاء مسلمین کی مخلصی اور اشدا مشرکین کے حق مین یہ دعا مانگتے تھے اور بعد آنحضرت صلعم کے شیعہ فقط ادعیہ ماثورہ ہے قنوت مین پڑھتے ہین مثل اللھم اغفر للمومنین والمومنات واللھم اغفر لنا وارحمنا وعافنا واعف عنا الخ واللھم صل علی محمد و آل محمد اب جو ہم کتب معتبرہ حدیث اہلسنت والجماعت کیطرف متوجہ ہوتے ہین تو پایا جاتا ہے کہ صحیحین مین اس قنوت نماز فریضہ کا باب ہی جدا ہے جسکو باب قنوت وتر سے کچھ بھی تعلق نہین قنوت وتر کا باب جدا ہے اور دیگر نمازہاے وقتیہ کے قنوت کا باب جدا ہے چنانچہ صحیح بخاری مین قنوت وتر سے علیحدہ دیگر نماز فریضہ کے قنوت کا باب ہے اور اوسمین روایت ہے حدثنا معاذ بن فضالہ قال حدثنا ھشام عن یحیی بن ابی کثیر عن ابی سلمہ بن عبد الرحمن عن ابی ھریرۃ قال لاقربن صلوۃ النبی صلعم فکان ابو ھریرۃ یقنت فی الرکعۃ الاخرۃ من صلوۃ الظھر والعشا وصلوۃ الصبح بعد ما یقول سمع اللہ لمن حمدہ فیدعوا للمومنین ویلعن الکفار یعنی کہا ابو ہریرہ نے کہ قریب تر کرون مین تم سے یعنی دکھلاؤن مین تمکو نماز رسول اللہ صلعم کی (پھر تفسیر کرتا ہے اسکی راوی) کہ ابو ہریرہ قنوت پڑھا کرتے تھے رکعت آخر نماز ظہر اور

نماز عشاء اور نماز صبح مین بعد کہنے سمع اللہ لمن حمدہ کے پس وہ اوس قنوت مین دعا کیا کرتے تھے واسطے مومنین کے اور لعنت کیا کرتے تھے کفار پر۔ اگرچہ اس روایت مین بالتخصیص نماز عصر اور مغرب کا ذکر نہین لیکن قرینہ دلالت اسی امر پر کرتا ہے کہ اون نمازونمین بھی قنوت پڑھا جاتا تھا۔ اور بالتخصیص اونکا نام بیان نکرنیکی یہ وجہ ہے کہ عصر اور ظہر ملاکر پڑھی ہون اور مغرب کو عشا سے ملاکر پڑھا ہوگا اور راوی نے بالتفصیل ذکر نہ کیا یا یہ کہ راوی کے سامنے یہ تین نمازین ہی ابوہریرہ نے پڑھی ہون کیونکہ عصر و مغرب مین نہ پڑھنا قنوت کا بیان نہین کیا گیا ہے۔ دوسری یہ کہ بعض لوگونکو یہ گمان ہوا ہے کہ آنحضرت صلعم نے کسی ضرورت سے چند روز نمازونمین قنوت پڑھا تھا پھر ترک کردیا۔ جسکا ذکر اکثر کتب سیر و تواریخ مین مندرج ہے لیکن اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب سرور کائنات ہمیشہ مستقل طور سے نمازین قنوت پڑھا کرتے تھے اور جن لوگون کو ترک کردینے کا گمان ہوا ہے وہ غلط ہے قنوت ترک نہین ہوا بلکہ جن قبائل پر مخصوصاً بددعا کرنیکا ذکر کتب سیر مین مندرج ہے بعد رفع ضرورت اون قبایل پر قنوت مین بددعا کیا جانا متروک ہوا تھا۔ اگر قنوت ہی نمازین برائے چند روز ہوتا تو ابوہریرہ جیسے مشہور صحابی بعد رسول خدا صلعم ہرگز نماز فریضہ مین قنوت نہ پڑھا کرتے۔ علاوہ اثبات قنوت کے یہ امر بھی ثابت ہوا کہ کفار پر لعنت کرنا واجب ہے اور نماز فریضہ کا ایک جزو ہے مگر واے برحال اونکے جو یہ سمجھتے ہین کہ کفار اور مستحقین لعن پر بھی لعنت کرنا درست نہین ہے

ایضاً صحیح بخاری بطریق ابوالیمان۔ ابوبکر و ابوسلمہ ابناء عبدالرحمن سے روایت نماز رسول خدا صلعم کے لکھے ہے کہ ابوہریرہ نے بتلایا کہ رسول خدا صلعم سطرح نماز پڑھا کرتے تھے وہ دونو بھائی کہتے ہین کہ بعد بیان کرنے طریقہ نماز کے ابوہریرہ نے بیان کیا کہ رسول خدا

صلعم اسطرح نماز پڑھا کرتے تھے وہ دونو بھائی کہتے ہین کہ بعد بیان کرنے طریقہ نماز کے ابوہریرہ نے بیان کیا کہ رسول خدا صلعم بعد رکوع کے قنوت مین مسلمانون کے حق مین ہر ایک کا نام لے لیکر دعاے خیر کرتے اور اسیطرح کافرون کے حق مین نام بنام بددعا فرماتے اسطرحپر اللھم انج الولید بن الولید۔ وسلمہ بن ھشام وعیاش بن ابی ربیعہ والمستضعفین من المؤمنین۔ یعنے خداوند تعالی نجات دے ولید بن ولید (برادر خالد) اور سلمہ بن ہشام (برادر ابوجہل) اور عیاش بن ابی ربیعہ اور دیگر ضعفاء مؤمنین کو اللھم اشدد وطاتک علی مضر خداوندا سخت کر اپنے عذاب کو اوپر قبیلہ مضر کے وجعلھا سنین کسنی یوسف اور اے خداوندا اونکی سالون کو مثل قحط سالی یوسف علیہ السلام کے کر مروی ہے کہ ببرکت دعا کے آنحضرت صلعم مؤمنین مذکورین نے خلاصی اور نجات پائی اور مشرکین پر سات برس تک ایسا قحط عظیم پڑا کہ استخوان اور مردار کھانے لگے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی روایات سے لوگون کو شبہہ ہوا ہے کہ بعد رفع ضرورت حضرت نے قنوت ترک کر دیا ہوگا لیکن تحقیق یہ ہے کہ قنوت ترک نہین ہوا صرف دعائین قنوت کی وقتاً فوقتاً موافق ضرورت اور حاجت کے بدلتے رہے ہین جیسا کہ شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری مین درج ہے کہ طحاوی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے مدت ایکماہ تک ہمیشہ ہر نماز فریضہ وقتیہ کے قنوت مین عقبہ اور ذکوان پر بددعا فرمائی ہے اور دیگر اہل سیر اور محدثین نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے۔ کذا فی مدارج و معارج النبوت و روضۃ الاحباب وغیرہ چونکہ پہلی روایت مین تین نمازون ظہر اور عشا اور فجر مین قنوت ہونا بروایت ابوہریرہ ثابت ہو چکا ہے اور ہم لکھ چکے ہین کہ دیگر نمازون مین

بھی قنوت تھا لیکن راوی سے اوسکا ذکر رہ گیا۔ اب ہمکو ہمارے قول کے موید ایک اور حدیث مروی انس
بن مالک مشہور صحابی کی صحیح بخاری مین دستیاب ہوئی ایضاً صحیح بخاری حدثنا
عبد اللہ بن ابی الاسود وقال حدثنا اسمعیل ابن علیہ عن خالد الحذاء عن ابی قلابہ
عن انس قال کان القنوت فی المغرب والفجر یعنی انس سے مروی ہے کہ قنوت مغرب اور فجر
مین تھا۔ چونکہ چار نمازونمین قنوت روایات صحیحہ سے ثابت ہوچکا ہے تو پانچوین نماز مین ضرور
قنوت تھا اور جبکہ رسول اللہ صلعم نے تا روزِ وفات نماز مین قنوت پڑھا ہے تو فرض ہونا
اسکا مسلم ہے اور ترک کرنا اسکا ترکِ فرض ہے اور تا دم واپسین حضرت کا نماز مین قنوت
پڑھنا اسطرح ثابت ہے۔ کہ شیخ الاسلام مین ہے کہ عبد الرزاق نے بطریق ابی جعفر
رازی انس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم ہمیشہ نماز فجر مین قنوت پڑھتے تھے اوسدم
تک کہ دنیا سے رحلت فرمائی۔ محدثین اور اہل سیر نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمر جبہ شریف
نبوی لیکر اویس قرنی کے پاس پونہچے اور بعد ادا پیغام وسلام اویس قرنی سے طالب
دعائے خیر کے اپنے حق مین ہوے تو اویس نے جواب دیا کہ مین ہر نماز مین دعا کرتا ہون اللھم
اغفر للمؤمنین والمؤمنات الخ پھر تمہارے حق مین تخصیص دعا کی کیا ہے۔ اگر تم مومن ہو
تو اس دعا کے شامل ہو۔ اگر نہین ہو تو مستحق دعا نہین ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ بعد رسولخدا
صلعم کے عظماء امت ہر نماز مین قنوت پڑھتے تھے۔ یہ اویس قرنی وہ ہین کہ جو زمانہ رسولخدا
مین زمرۂ اولیاء اللہ مین شامل سمجھے جاتے تھے۔ اگرچہ رسول خدا صلعم سے ملاقات اونکی
نہین ہوئی لیکن عاشق زار رسول خدا کے تھے۔ حضرت عمر جب جبہ شریف نبوی اونکے پاس

لیگئے توجہ لیلیا لیکن اون سے باخلاق پیش آئے اور دعا کرنے سے بھی گریز کیا۔ زمانہ خلافت
اصحاب ثلثہ مین وہ کسی خلیفہ کے پاس نہین آئے مگر جسوقت جناب امیر المؤمنین علی مرتضے
سلام اللہ علیہ مسند خلافت ظاہری پر جلوہ افروز ہوے اویس قرنی بشوق زیارت امام
برحق و باشتیاق غزا و شہادت خدمت حیدر کرار مین حاضر ہوے اور دشمنان دین سے لڑکر
غزا مین شہید ہوے۔ یہ البتہ قدرتعجب خیز بات ہے کہ حضرت اویس قرنی سا بزرگ حضرت عمر
کیطرف مطلق توجہ نکرے اور حضرت علی کیخدمت مین نہایت شوق سے حاضر ہو۔ اور نیز
جس زمانہ خلفاء ثلثہ مین کفار نصارا اور مجوس پر جہاد جاری تھا اوس زمانہ مین اونکو شوق غزا
و شہادت پیدا نہوا اور جبکہ حضرت جاہد الکفار و المنافقین معاویہ بن ابی سفیان سے برسر
غزا و جہاد ہوے اوسوقت سے کمال اشتیاق سے خواجہ اویس نے اپنے وطن مالوفہ کو ترک
کرکے ملازمت جناب حیدر کرار اختیار کی اور خلعت فاخرہ شہادت سے مخلع ہوے

رکن ہفتم تسابیح رکوع و سجود کے بیان مین اگرچہ ان تسابیح مین باہم شیعہ
و سنی زیادہ اختلاف نہین اہلسنت فقط سبحان ربی العظیم تو رکوع مین اور سبحان
ربی الاعلیٰ سجدہ مین تین تین بار پڑھتے ہین اور شیعہ بھی انھین تسابیح کو باضافہ لفظ و بحمدہ
و بشمول بعض ادعیہ ماثورہ پڑھتے ہین اور مابین سجدتین دعاے طلب مغفرت بھی پڑھتے ہین
جسکو اہلسنت نے قطعاً ترک کردیا ہے۔ اہلسنت کے فقہاء اسبارہ مین مختلف ہین امام مالک
اور امام شافعی مستحب سمجھتے ہین رکوع و سجود مین پڑھنا ہر دعاے ماثورہ کا اور ابو حنیفہ اور
احمد فقط تسبیح مذکورہ بالا کا ہی پڑھنا جائز کہتے ہین۔ چنانچہ شیخ الاسلام شارح صحیح بخاری

نے اسی باب کے اندر لکھا ہے کہ نزد شافعی و مالک در نماز فریضہ ہر چہ خواہد بخواند از ادعیہ ماثورہ

و نزد ابو حنیفہ و احمد سنت است کہ سہ بار سبحان ربی العظیم در رکوع و سبحان ربی الاعلی در سجدہ

بخواند اب ہم متوجہ ہوتے ہین اس امر کی تحقیقات کیطرف کہ احادیث صحیحہ مرویہ صحیح بخاری مین

رسول خدا صلعم کی نسبت رکوع و سجود مین کیا پڑھنا ثابت ہوتا ہے آیا امام ابو حنیفہ کے قول

کی تائید ہوتی ہے یا شیعہ امامیہ اور امام مالک و شافعی کے طریق کی سند ہوتی ہے چنانچہ

واضح ہو کہ آنحضرت صلعم بھی جسطرح شیعہ پڑھتے ہین تسبیح معہ تحمید پڑھا کرتے تھے اور استغفار

بھی کرتے تھے۔ دیکھو صحیح بخاری کے باب ذکر تسابیح رکوع و سجود مین کہ مروی ہے وعن

عائشۃ قالت کان النبی صلعم یکثر ان یقول فی رکوعہ و سجودہ سبحانک اللھم و ربنا

و بحمدک۔ و اللھم اغفرلی یعنی حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ نبی صلعم اکثر رکوع و سجود

مین کہا کرتے تھے۔ سبحانک اللھم (یہ تسبیح ہے اور ہم معنی ہے سبحان ربی العظیم و اعلی کے

اور ربنا و بحمدک (یہ تحمید ہے اور ہم معنی ہے و بحمدہ کے جو شیعہ کہتے ہین) اور اللھم اغفرلی

(یہ ادعیہ ماثورہ مین سے ہے) کہ شیعون کے نزدیک سجدہ و مابین سجدہ اسکو پڑھتے ہین کوئی

حجت نہین اور علی العموم شیعہ مابین السجدتین اس دعا کو پڑھتے ہین۔ صحیح بخاری مین بھی

مروی ہے کہ آنحضرت صلعم تسابیح متذکرہ بالا کو باتثال فرمان الٰہی پڑھا کرتے تھے کہ قرآن

شریف مین وارد ہے فسبح بحمد ربک و استغفرہ یعنی بس تسبیح کر ساتھ حمد رب اپنے کے

یعنی یاد کر پاکیزگی رب اپنے کو ساتھ حمد اوسکی کے یعنی تسبیح اور تحمید دونو کو ملا کر کہہ اور اوسی سے

طلب آمرزش کر۔ اب معلوم ہوا کہ سبحان ربی العظیم و بحمدہ پڑھنا فرض ہے اور اگر بحمدہ کے

ساتھ شامل نہ کیا جاوے تو فرض ترک ہوتا ہے اور جو کوئی اسکے ترک پر اصرار کرے وہ قطعی کافر ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی طلب مغفرت بھی ان تسابیح مین شامل کرنا فرض ہے۔ اور تارک اسکا مثل تارک تحمید کے ہے۔ اب حضرات حنفیہ کا محض سبحان ربی العظیم و اعلی پڑھنا اور تحمید کو اور سجدہ کرنا ضرور ترک فرض ہے اور جب ترک فرض ہے تو نماز کا ادا ہونا معلوم۔ اور پھر سخن پروری سے اپنے قول پر مصر ہونا ظاہر ہے کہ ترک فریضہ پر اصرار کرنیوالا اثر عاً کیسا گنہگار شمار کیا جاتا ہے بیان خطاے اجتہادی کا حیلہ بھی کارگر نہین ہے فاعتبروا یا اولی الابصار

رکعت ششم جلسہ ما بین السجدتین کے بیان مین مذہب اہلسنت و الجماعت مین خصوصاً حضرات حنفیہ مین جلسہ بین السجدتین یعنی دونو سجدون کے درمیان مین توقف کرنا ضرور نہین ہے وہ کوئی دعا اس موقع پر پڑھتے ہین بلکہ ایک سجدہ کے بعد فوراً بلا توقف دوسرا سجدہ ایسی طرح کرتے ہین کہ سجدۂ اول کے بعد پورا سر بھی زمین سے اونچا نہین کرتے جلسہ کرنا اور پڑھنا تو در کنار رہا۔ اور مذہب شیعہ امامیہ مین سجدہ اول کے بعد جلسہ کرنا اور استغفار پڑھنا لازمی امر ہے اور شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری کے باب الجلسۃ بین السجدتین مین لکھا ہے (و مستحب است نزد امام احمد بن حنبل کہ بگوید میان دو سجدہ رب اغفر لی و تکرار کند انرا چند بار) اور مذہب شیعہ مین ما بین السجدتین پڑھتے ہین استغفر اللہ ربی من کل ذنب جو ہم معنی دعاے مجوزہ امام احمد بن حنبل کے ہے غرضکہ جہانتک تحقیق کی نظر سے دیکھا جاتا ہے تو منجملہ ائمہ اربعہ اہل سنت کے فقط ایک امام ابو حنیفہ مخالف مذہب اہلبیت رسول صلعم مین منفرد ہین دیگر ائمہ کسی کسی مسئلہ مین

اہل بیت نبوی کے موافق ہوے ہین مگر امام ابو حنیفہ صاحب ہر مسئلہ مین مختلف ہین اور
معلوم ہوتا ہے کہ دیدہ و دانستہ اختلاف کیا ہے اور زیادہ حیرت یہ ہے کہ اسبات کو عام و
خاص سب جانتے ہین کہ مذہب امامیہ کی تدوین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے
زمانے مین ہوے اور امام ابو حنیفہ کو حضرت صادق علیہ السلام کی شاگردی کا بھی دعوے
ہے تو ظاہر ہے کہ دیگر ائمۂ اہلسنت وجماعت نادانستگی کیحالت مین بعض مسائل مین مذہب
امامیہ سے متفق الرای ہو گئے ہین اور امام ابو حنیفہ بوجہ شاگردی اکثر مسائل مذہب امامیہ
سے واقف تھے اسلئے انھون نے قصداً اون مسائل سے اختلاف کیا ہے چنانچہ مذہب
حنفیہ کا ایک اصولی قاعدہ اسوقت تک یہ مروج ہے کہ اگر کسی روایت مین باہم اہلسنت
اختلاف ہوا اور ایک صورت اختلافی موافق قول اہل تشیع کے واقع ہوئی ہو اور دوسرے
مخالف اوسکے اور استاد دونو کے برابر ہون صحت اور اعتبار مین تو حنفیون کو لازم ہے
کہ اوس روایت کو قبول کرین جو مخالف ہو مذہب شیعہ کے اور اوسکو ترک کردین جو مذہب شیعہ
کے موافق ہو۔ اور طرفہ یہ ہے کہ یہ مخالفت اہل سنت نے جدید پیدا نہین کی ہے بلکہ دوازدہ امام
علیہم السلام کے زمانہ مین بھی بعینہ یہی مخالفت تھی۔ شواہد النبوۃ جامی مین لکھا ہے
کہ حضرت قنبر اور حضرت کمیل کو زمانۂ معاویہ مین اس جرم پر حجاج نے شہید کیا کہ انھون نے
اوسکے کہنے سے مذہب علی ابن ابی طالب ترک نہ کیا۔ مامون رشید عباسی نے جس سال
حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تو عید کی نماز پڑھانے کو عیدگاہ مین آپکو
بھیجا اور جسوقت آپ عیدگاہ مین پونہچے تو ہر ایک قصاب و نداف بھی باکراہ تمام آپکے پیچھے

نماز پڑھنے سے انکاری ہو گیا کہ ہم تو اپنے طریق کی نماز پڑھاوینگے ہم انکے پیچھے نماز نہین پڑھنے حنفی یا شافعی مذہب کا ایک جاہل اور ملحد اور فاسق و فاجر رذیل قوم کا آدمی بھی اگر نماز پڑھانے کو کھڑا ہو جاتا تو عوام الناس بہت خوشی سے اوسکے پیچھے نماز پڑھتے اور کوئی انکاری نہوتا لیکن امام رضا علیہ السلام چونکہ جگر گوشۂ رسول مختار اور غایت درجہ کے عالم اور فاضل اور زاہد اور عابد تھے جنکی بزرگی مین اہل خلاف کو بھی کلام نہین اونکے پیچھے نماز پڑھنے سے شہر کے عوام اور خواص انکاری ہو گئے اور کیون انکار نکرتے اسلئے کہ رسول خداؐ نے فرمایا ہے انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی پس جبکہ مدار ہدایت اونکے تمسک پر اور مدار ضلالت اونکے ترک تمسک پر قرار پا چکا ہے تو ظاہر ہے کہ فضل ایزدی جسکے شامل حال ہے اور ہدایت پانا اوسکے مقدر مین ہے وہ ضرور قرآن پاک اور عترت صاحب لولاک کی پیروی کریگا اور گم گشتگان بادیۂ ضلالت کی خود بخود ایسی عقل ماری جاویگی کہ امام رضا علیہ السلام جیسے پیش نماز کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکاری ہون سبحان اللہ اوس وقت روح پاک جناب سرور کائنات اپنی امت کے افعال سے کیا راضی ہوئی ہوگی کہ جب اونکے جگر گوشہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکاری ہو گئے اور ہر قسم کے فساق و فجار کے پیچھے نمازین پڑھی ہونگی۔ کیا خوب تعمیل وصیت رسول خداؐ کی کیجاتی ہے و سیعلموا الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون و ایضاً صحیح بخاری کے اسی باب یعنی بکث بین السجدتین مین مروی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم جسقدر توقف رکوع اور سجود مین کرتے تھے اوسیقدر دونو سجدون کے درمیان مین وقفہ کرتے تھے و ہو ہذا حدثنا محمد بن عبد الرحیم

قال حدثنا ابواحمد محمد بن عبداللہ الزبیری قال حدثنا مسعر عن الحکم عن عبدالرحمٰن
بن ابی لیلیٰ عن البراء قال کان سجود النبی صلعم ورکوعہ وقعودہ بین السجدتین
قریبا من السواء یعنی براء بن عازب نے کہا ہے کہ آنحضرت صلعم کے سجدات اور رکوع
اور قعود بین السجدتین مین عرصہ قریب قریب برابر کے ہوتا تھا یعنی جسقدر عرصہ تک آپ
ایک سجدہ اور رکوع کو بجالاتے اوسیقدر عرصہ تک آپ مابین دو سجدون کے قعود فرماتے
وایضاً صحیح بخاری کے اسی باب مین دوسری حدیث بطریق سلیمان بن حرب
عن ثابت مروی ہے کہ ثابت نے کہا کہ انس بن مالک نے ہمسے طریقہ نماز رسول خدا صلعم کا
بیان کیا کہ جسطرح وہ پڑھا کرتے تھے اور انس بن مالک بعد رکوع اسقدر عرصہ تک
کھڑے ہوتے اور درمیان دو سجدون کے اتنی دیر تک قعود فرماتے کہ لوگون کو گمان ہوتا
کہ یہ ارکان نماز مین سے کوئی رکن بھول گئے ہین کہ جسکو یاد کر رہے ہین سو وا ہی برحال
اون لوگون کے کہ ایک قعدہ مین دو سجدے کرتے ہین اور پھر دعوی اتباع سنت رسول اللہ
صلعم کا کرتے ہین صحیح بخاری کی نسبت عوام اہلسنت والجماعت کا اجماع واتفاق ہے کہ وہ
بعد قرآن اصح الکتب ہے اور روایات اوسکی سب صحیح ہین مگر امام ابوحنیفہ کا اجتہاد بالکل
مخالف احادیث صحیحہ کے ہے اور اونکے مقلد دیدہ ودانستہ حکم خدا ورسول کی مخالفت اونکے
مقابلہ مین جائز اور درست جانتے ہین

رکن نہم جلسہ یعنی قعدہ بعد سجدتین کے بیان مین واضح ہو کہ
اہلسنت والجماعت سجدتین رکعت اول وثالث کے بعد جلسہ وقعدہ نہین کرتے رکعت

آتی ہیں پھر بعد ہر دو رکعت تشہد پڑھا کرتے ہیں اور باقی دو رکعت وتریہ میں سجدہ سے ہی
اوٹھ کر بغیر جلسہ کئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور حضرات حنفیہ اس امر میں زیادہ تر مخصوص
ہیں - اور شیعہ اثنا عشریہ ان رکعات وتریہ میں بعد سجدہ کے جلسہ کرتے ہیں اور بعد جلسہ زمین پر
ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہو جاتے ہیں - امام شافعی کے نزدیک سے یہی طریقہ درست ہے جو شیعہ
کرتے ہیں مگر حضرات حنفیہ یہانتک مخالفت کرتے ہیں سجدون کے بعد زمین پر ہاتھ بھی نہ ٹیکے
اب ہم تحقیق کرنا چاہتے ہیں کہ بروی احادیث صحیحہ مرویہ اہلسنت حضرات حنفیہ کا طریقہ بموافق
طریقہ رسول خدا صلعم ثابت ہوتا ہے یا حضرت کے طریقہ سے انکا طریقہ مخالف پایا جاتا ہے
اور شیعہ متبع سنت نبوی ثابت ہوتے ہیں چنانچہ صحاح اہلسنت والجماعت سے یہ امر ثابت
ہوا کہ رسول خدا صلعم بھی ان رکعات وتریہ یعنی اول و سوم میں بعد سجدون کے جلسہ کرتے
تھے اور بعد جلسہ زمین پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہوا کرتے تھے چنانچہ صحیح بخاری میں مروی
ہے حدثنا محمد بن الصباح قال حدثنا هشيم قال اخبرنا خالد الحذاء
عن ابی قلابه قال اخبرنا مالك بن الحويرث الليثي انه رای النبی صلعم يصلی
فاذا كان فی وتر من صلوته لم ينهض حتى يستوی قاعدا یعنی ابی قلابہ نے کہا
کہ مجھے مالک بن حویرث لیثی سے خبر پونہچی ہے کہ اوسنے آنحضرت صلعم کو نماز پڑھتے ہوئے
دیکھا پس جسوقت کہ آپ پہلی اور تیسری رکعت تمام کرتے تو نہ کھڑے ہوتے تھے جبتک برابر
نہ بیٹھ جاتے تھے - دوسری ایک اور روایت اسی ابی قلابہ کی بحوالہ مالک بن الحویرث بطریق
ایوب اسی باب صحیح بخاری میں مروی ہے کہ ایوب سے ابو قلابہ نے روایت کی کہ ہماری مسجد

ہین مالک بن حویرث آئے اور ہمکو علاوہ نماز وقتیہ کے نماز رسول خدا کی طریق پر پڑھ کر بتلائی
ایوب کہتے ہین کہ مین نے ابو قلابہ سے سوال کیا کہ رسول خدا صلعم کی نماز کیونکر تھی تو کہا کہ ہمارے
اس شیخ یعنی عمر بن سلمہ کی نماز کی مانند تھی۔ ایوب کہتے ہین کہ یہ شیخ عمر بن سلمہ ہر انتقال پر
تکبیر کہتا تھا اور جسوقت سر اوٹھاتا تھا سجدہ ثانی سے جلسہ کرتا تھا اور اعتماد کرتا تھا زمین پر
پھر کھڑا ہوتا تھا۔ حدثنا معلی بن اسد قال حدثنا وھیب عن ایوب عن ابی قلابۃ
قال جاءنا مالک بن الحویرث فصلی بنا فی مسجدنا ھذا فقال انی لاصلی بکم
وما ارید الصلوۃ لکنی ارید ان اریکم کیف رایت النبی صلعم یصلی قال ایوب
فقلت لابی قلابۃ فکیف کانت صلوتہ قال مثل صلوۃ شیخنا ھذا یعنی عمر
بن سلمۃ قال ایوب وکان ذلک الشیخ یتم التکبیر واذا رفع راسہ عن السجدۃ
الثانیۃ جلس واعتمد علی الارض ثم قام حاصل مطلب اس حدیث کا اوپر مرقوم
ہوچکا۔ اور نیز ایک اور حدیث رکن چہارم مین بطریق محمد بشار عن ابی ہریرہ لکھی گئی ہے جسمین
رسول خدا صلعم نے یہ حکم دیا ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن
جالسا الخ یعنی بعد سجدون کے اطمینان کے ساتھ جلسہ کرنا چاہیئے۔ پس یہ امر بخوبی
منکشف ہوگیا کہ شیعہ امامیہ اثناعشریہ اس فعل مین بھی متبع سنت رسول اللہ صلعم کے
ہین اور اہلسنت والجماعت خصوصًا مقلدان حضرت ابو حنیفہ صریح مخالفت کرتے ہین
وجہذا قیل ؏ برعکس نہند نام زنگی کافور

رکن دہم درباب قراءت رکعات اخریین واضح ہو کہ مذہب امامیہ مین

مختار ہے کہ رکعات اخرئین مین صرف سورۂ فاتحہ پڑھے یا بجاے فاتحہ کے تسبیح
پڑھے لیکن تسابیح کا پڑھنا مستحب سمجھا گیا ہے۔ اور اہلسنت مین سواے سورہ فاتحہ کے
تسابیح وغیرہ پڑھنا جائز سمجھتے ہین حالانکہ شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری مین بروایت
علی وابن مسعود وعائشہ لکھا ہے وبروایت علی وابن مسعود وعائشہ کہ قرات میکردند
دراولین ونمی خواندند درآخرئین وورروایتے تسبیح میکردند درآخرئین وہم چنین اثر ابراہیم
نخعی وابن مسعود وسفیان ثوری ولیست اوراسی شرح کے باب یقرا فی الآخرئین
بفاتحۃ الکتاب مین مرقوم ہے۔ وازینجا وجوب فاتحہ دراخرئین لازم نیاید بدلیل روایت
ابن منذر از امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کہ گفت قرات کن دراولیین وتسبیح کن در اخرئین
مین سچ کہتا ہون کہ اگر یہ روایت حضرت علی سے نہوتی تو اہلسنت والجماعت ضرور الحمد کے
جگہ تسبیح پڑھا کرتے لیکن چونکہ درمیان حضرت علی علیہ السلام کا آگیا اور اہلسنت کو
بمخالفت حدیث ثقلین اونکی تقلید وتمسک سے بچنا لازم آیا اسلئے اہلسنت تسابیح پڑھنا ناجائز قرار دیتے ہین

رکن یازدہم تشہد کے بیان مین باہم علمائے اہلسنت والجماعت تشہد اول مین
اختلاف ہے بعض واجب جانتے ہین مثل امام ابوحنیفہ واحمد بن حنبل کے اور جمہور واجب
نہین جانتے جنمین امام مالک وشافعی وغیرہ ہین مگر تشہد ثانی کے واجب ہونے کی اکثر
قایل ہین جلسہ اولی مین فقط تشہد ہے اور جلسہ ثانی مین تشہد اور سلام دونو واجب ہین
اور بغیر تشہد اور سلام نماز نہین ہوتی اور علاوہ تشہد اور سلام کے یہ بھی اختیار ہے کہ ادعیہ
ماثورہ مین سے جو دعا چاہے پڑھے بعد تشہد اور قبل سلام۔ اور امام شافعی اور مالک کے

نزدیک کچھ ادعیہ ماثورہ پر انحصار نہین ہر قسم کی دعا دینی یا دنیوی پڑھ سکتا ہے کذا فی شیخ
الاسلام۔ واضح ہو کہ اہلسنت مین جسقدر روایات کا اختلاف تشہد کی بابت ہوا ہے اونکا
اختلاف کسی امر مین نہین ہے چوبیس صحابیون سے چوبیس تشہد مروی ہین اور سب
مختلف الالفاظ او مختلف المعنی ہین۔ ازانجملہ تین تشہد زیادہ مشہور ہین ایک
تشہد عبداللہ ابن مسعود کا جو مسمی بہ التحیات للہ والصلوٰۃ ہے اسکو امام ابوحنیفہ
نے پسند کیا۔ اس اعتبار پر کہ صحاح ستہ مین بلا اختلاف الفاظ مروی ہوا دوسرا تشہد
حضرت عبداللہ ابن عباس کا ہے جسکو امام شافعی نے اسلئے منظور کیا کہ اوسکے اکثر
کلمات مطابق آیات قرآنی ہین۔ اور تیسرا تشہد حضرت عمر ابن الخطاب کا ہے اوسکو امام
مالک نے اس وجہ سے اختیار کیا کہ راوی اوسکا کہتا ہے کہ حضرت عمر نے برسر منبر تشہد بیان
کیا اور اوسپر کوئی معترض نہوا باقی اکیس تشہد جو دیگر صحابہ سے مروی ہین کتب احادیث
مین مندرج ہین۔ اب جاننا چاہیئے کہ تشہد کے معنی گواہی دینے کے ہین اور اصطلاح فقہ
واسلام مین مراد ہے اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد الرسول اللہ سے
شرع اہلسنت مین کوئی پتہ التحیات کا نہین لگتا کہ اسکا پڑھنا نماز مین واجب ہو بلکہ
صرف تشہد او سلام واجب ہین۔ اور تشہد کی جگہ جسطرح التحیات مروج ہوئی وہ
ایک عجب لطیفہ ہے جو صحیح بخاری مین درج ہے یعنی ابن مسعود روایت کرتے ہین کہ جب
ہم رسول خدا کے پیچھے نماز پڑھتے تو وقت دعا کے کہتے السلام علی اللہ والسلام علی
جبرئیل و میکائیل والسلام علی فلان و فلان جب رسول خدا صلعم نے یہ ہماری

دعا سنی تو فرمایا کہ خداوند تعالیٰ محتاج سلام نہین ہے وہ خود سلام ہے اوسپر سلام کیون بھیجتے ہو
خدا سے تعالیٰ کیواسطے تحیات ہے جبسے یہ التحیات نکلی مگر تعجب یہ ہے کہ یہ التحیات بضمن دعا مقرر
ہوئی اور دعاء کا موقع بعد تشہد اور قبل از سلام ہے نہ کہ تشہد پر مقدم کر دیجاوے جیساکہ حضرات
حنفیہ تشہد اور سلام دونون سے مقدم التحیات پڑھتے ہین حالانکہ مروی احادیث صحیحہ تشہد کا
دعا پر مقدم ہونا ثابت ہے چنانچہ صحیح بخاری کے باب ما یتخیر من الدعاء بعد التشھد
ولیس بواجب سے ہی ظاہر ہے کہ تشہد کے بعد دعا کا پڑھنا اختیاری امر ہے واجب نہین ہے
اور جبکہ التحیات داخل دعا ہے تو عدم وجوب اسکا بھی ثابت ہوگیا۔ اور نیز اس باب مین ابن
مسعود سے روایت کی گئی ہے کہ یہ دعا مخصوصہ نہ تھی ہم باختیار خود جو دعا چاہتے وہ پڑھتے
چنانچہ انکی وزہم اوسی اختیار کے بموجب پڑھنے لگے کہ السّلام علی اللّٰہ من عبادہ تو حضرت نے فرمایا
کہ خدا پر سلام نہ بھیجو وہ خود سلام ہے خدا سے تعالیٰ کے لئے تحیت اور صلوٰۃ کہنی چاہئے۔ علاوہ
ازین رسول خدا صلعم کی نسبت دعا بعد تشہد ہین کبھی التحیات پڑھنا ثابت نہین ہو حالانکہ
اور بہت سی مختلف دعائین انکی نسبت پڑھنا ثابت ہوئی ہین اور جن لوگون کو آپنے اس موقع پر
پڑھنے کی دعائین تعلیم کی ہین اونمین سے بھی کوئی التحیات نہین چنانچہ صحیح بخاری کے باب
الدعاء قبل السلام مین آنحضرت کی نسبت چند مختلف دعائین پڑھنا مروی ہین اور جو دعا
آپنے حضرت ابوبکر کو تعلیم فرمائی وہ بھی اسی باب مین اسطرح مروی ہے قتیبہ بن سعید سے
عن عبداللّٰہ بن عمرو عاص عن ابوبکر الصدیق انہ قال لرسول اللّٰہ صلعم علمنی دعاءً
ادعوا بہ فی صلوتی قال قل اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب

الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندک انک انت الغفور الرحیم ثبوت اس امر کا کہ اہلسنت
مین مشروعیت فقط تشہد کے ہی یہ ہے کہ تمام ابواب فقہ اور حدیث مین کسی جگہ التحیات کا باب
نہین فقط داخل دعاے اختیاری ہے اور جہان کہین بحث وجوب وعدم وجوب کے ہے وہان
صرف تشہد کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسلئے بمقابلہ تشہد کے التحیات کو مقدم رکھنا بلاشبہ بدعت
اور خلاف سنت ہے۔ اور الحمدللہ کہ شیعہ اس بدعت سے بری ہین اور متبع سنت نبوی
ہین سلام اللہ وصلوتہ علیہ

رکن دوازدہم سلام اور تکبیر آخری کے بیان مین اس رکن مین اس امر کی
تحقیقات کیجاتی ہے کہ بعد تشہد اور سلام معمولی نماز کے جو اہلسنت چپ وراست ہر دو جانب
سلام کہتے ہین درست ہے یا فقط ایک ہی سلام جائز ہے اور یہ کہ یہ آخری سلام کیا چیز ہے
اور نماز کا اتمام اسی پر ہو جاتا ہے یا افتتاح کیطرح اختتام بھی تکبیر سے ہوگا۔ واضح ہو کہ امام
ابو حنیفہ منفرد ہین اس امر مین کہ دو سلام دونو جانب کئے جاوین خواہ امام ہو یا مقتدی اور
اونکے نزدیک یہ سلام داخل نماز نہین ہے بلکہ یہ سلام حضار جماعت نماز پر کیا جاتا ہے کہ وہ
آدمی ہون یا ملائکہ ہون یا جن۔ اور امام بھی جو دونو جانب سلام کرتا ہے وہ اپنے مقتدیون کو
کرتا ہے اور اونہین ہی شامل سمجھتا ہے ملائکہ اور جنات موجودہ وقت کو۔ اور مقتدی پر لازم ہے
کہ اگر امام پیش واوسکے ہو تو دونو جانب سلام کرتے ہین امام پر سلام کرنے کی نیت کرے۔
امام مالک کے نزدیک نماز مین فقط ایک سلام واجب ہے۔ اور دوسرا سلام جو کیا جاتا ہے
اوس سے مقصود یہ ہو کہ مقتدی امام کے سلام کا رد کرے اور پہلا سلام جو داخل نماز اور واجب ہے

وہ مقتدی کو بجہر کہنا چاہئے اور دوسرا سلام جو جواب سلام امام کا ہے باہستگی اور خفی آواز سے
کہے چنانچہ شیخ الاسلام نے شرح صحیح بخاری مین قول امام مالک کا ترجمہ اس طرح کیا ہے
قول امام مالک کہ گفتہ سلام گوید مقتدی بعد ازانکہ سلام گوید از نماز جانب راست و نزد وے
واجب در نماز ہمین یک سلام ہست کہ بجہر گوید آنرا و دیگر سلام جواب ہست مر سلام امام را کہ
آہستہ گوید۔ اور صحیح بخاری مین ایک بہت بڑی طویل حدیث باب من لم یرد السلام
علی الامام واکتفا بتسلیم الصّلوٰۃ مین مروی ہے۔ مضمون اس باب کا یہ ہے (یہ باب
اوسکے بیان مین ہے جو نہ لوٹا دے سلام کو امام پر اور اکتفا کرے فقط نماز کے ایک سلام پر)
یہ امر تو فقط اس باب کے عنوان سے بھی ثابت ہو گیا کہ نماز مین ایک ہی سلام ہے جیسا کہ
شیعہ کرتے ہین اور دوسرا سلام خارج از نماز جواب امام کے سلام کا ہے۔ مگر براہ ناواقفی اور
کم توجہی اہلسنت نے دونون سلامون کو ایسا خلط کر دیا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک تو دونو سلام
شامل نماز ہو گئے۔ اور جو حدیث اس باب مین بخاری نے لکھی ہے وہ دلالت صریح اس بات پر
کرتی ہے کہ زمانہ رسول خدا صلعم مین فقط ایک سلام ختم نماز پر پڑھا جاتا تھا اور دوسرا سلام جو
بر د سلام امام بعد مین لوگون نے جدید نکالا ہے حضرت کے زمانہ مین مطلق نہ تھا بلکہ جسطرح
امام نماز مین ایک سلام کہتا ایسے ہی مقتدی بھی بہ تقلید امام ایک ہی سلام کہتا جیسا کہ مروی
ہے باب مذکورہ مین حدثنا عبدان قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا معمر عن الزہری
قال اخبرنی محمود بن الربیع وزعم انہ عقل رسول اللہ صلعم وعقل مجۃ مجہا من
دلو کانت فی دارھم۔ قال سمعت عتبان بن مالک الانصاری ثم احد بنی سالم

قال کنت اصلی بقومی بنی سالم فاتیت النبی صلعم فقلت انی انکرت بصری
وان السیول تحول بینی وبین مسجد قومی فلوددت انک جئت فصلیت فی
بیتی مکانا اتخذہ مسجدا فقال افعل انشاء اللہ تعالی - فغدا علی رسول اللہ صلعم
وابوبکر معہ بعد ما اشتد النھار فاستاذن النبی صلعم فاذنت لہ فلم
یجلس حتی قال این تحب ان اصلی من بیتک فاشار الیہ من المکان الذی
احب ان یصلی فیہ فقام وصففنا خلفہ ثم سلم وسلمنا حین سلم حاصل مطلب
اس حدیث کا یہ ہے کہ معمر نے زہری سے روایت کی ہے کہ کہا زہری نے کہ مجھے خبر دی محمود بن الربیع
نے اور مزعوم زہری ہے کہ محمود کو رسول خدا صلعم یاد ہین اور وجہ یادداشت یہ ہے کہ
رسول خدا صلعم نے تبرکا تھوڑا پانی اوسکے مونہہ مین ڈالا تھا جو اوسکے گھر مین ڈول کے
اندر تھا محمود نے کہا کہ عتبان بن مالک انصاری کو جو بعد مین بنی سالم کا ایک شخص تھا
یہ کہتے ہوے سنا کہ مین قوم بنی سالم مین نماز پڑھایا کرتا تھا ایک روز مین رسول خدا صلعم
کے پاس گیا اور عرض کی کہ مین اپنی بصارت درست نہین پاتا ہون اور میرے مکان اور
مسجد قوم کے درمیان مین پانی کی سیل حائل ہین امیدوار ہون کہ آپ میرے گھر تشریف
لاکر اوسجگہ نماز پڑھین جسکو مین اپنی نمازگاہ مقرر کرون پس فرمایا حضرت صلعم نے کہ انشاء
اللہ تعالی مین ایسا کرونگا دوسرے دن جبکہ گرمی دن کی سخت ہوگئی تھی تو رسول خدا صلعم
میرے مکان پر تشریف لائے اور ابوبکر اونکے ساتھ تھے - تب حضرت نے گھر مین آنے کی
دستوری چاہی مین نے اجازت دی پس آپ بیٹھے بھی نہین اور فرمایا بتلا تو کونسی جگہ کو

دوست رکھتا ہے کہ تیرے گھر میں اوسجگہ نماز پڑھوں پس عتبان نے اشارہ سے نشان اوسجگہ کا دیا جہان نماز پڑھوانا چاہتا تھا پھر حضرت نماز کو کھڑے ہوے اور وہ کہتا ہے کہ ہمنے اونکے پیچھے نماز پڑھنے کو صف باندھی بعدہ حضرت نے سلام کہا اور ہمنے بھی سلام کہا اوسیوقت جبکہ حضرت نے سلام کہا۔ امام بخاری نے اس حدیث کواسی دلیل سے اس باب مین درج کیا ہے کہ مقتدیون نے سوا سلام معمولی کے دوسرا سلام واسطے رد سلام حضرت کے نہین کہا اور شارح صحیح بخاری یعنی شیخ الاسلام نے بھی اس موقع پر لکھا ہے ۔ظاہر است درعدم رد سلام از مقتدیان زیرا کہ سلام رد بعد سلام اصل باشد نہ دروقت آن۔ اسلئے ثابت ہوا کہ درحقیقت نماز مین ایک ہی سلام ہے خواہ امام ہو یا مقتدی ہو اور جانب راست وچپ سلام کرنا فعل جدید اور بدعت ہے۔ اب باقی رہا یہ امر کہ آیا نماز کا اختتام اسی سلام پر ہو جاتا ہے جیسا کہ اہلسنت والجماعت کرتے ہین یا بعد سلام کے تکبیر پر ختم نماز ہوتا ہے اور آنحضرت صلعم تکبیر کہہ کر نماز ختم کرتے تھے یا نہین۔ اگر آنحضرت صلعم تکبیر پر نماز ختم کرتے تھے تو متبع سنت شیعہ ہین جو تکبیر پر نماز ختم کرتے ہین یا اہلسنت جو طریقہ رسول خدا صلعم کو ترک کرتے ہین۔ چنانچہ صحیح بخاری کے دیکھنے سے واضح ہے کہ آنحضرت صلعم نماز کو تکبیر پر ختم کیا کرتے تھے چنانچہ مروی ہے **حدثنا** علی بن عبداللہ قال حدثنا سفیان بن عیینہ قال حدثنا عمرو قال اخبرنا ابو معبد عن ابن عباس قال کنت اعرف انقضاء صلوٰۃ النبی صلعم بالتکبیر وقال علی حدثنا سفیان عن عمرو قال کان ابو معبد اصدق الموالی ابن عباس وقال علی اسمہ نافذ یعنی حدیث کی

علی بن عبد اللہ نے اور اوس نے سفیان بن جبنہ سے اور اوس نے عمرو سے اور کہا عمرو نے کہ خبر دی مجھکو ابو معبد نے ابن عباس نے کہ ہم انقضاء نماز رسول خدا صلعم کو تکبیر سے پہچانا کرتے تھے اور علی نے یہ بھی کہا کہ مجھسے سفیان نے بحوالہ عمرو بیان کیا کہ ابو معبد ابن عباس کے سب موالیان مین بہت ہی صادق القول تھے اور علی نے اونکا نام نافذ بیان کیا ہے۔ اور نیز بموجب روایات مندرجہ صحیح بخاری سے بھی پایا جاتا ہے کہ فقط سلام پر آنحضرت صلعم کے نماز ختم نہوتی تھی جیسا کہ روایت حضرت ام سلمہ سے ظاہر ہوا کہ عورات مقتدیات قبل ختم نماز فقط آنحضرت کے سلام نماز کہنے پر اوٹھکر اپنے گھرون کو چلے جایا کرتی تھین۔

الحمد للہ والمنۃ کہ تمامی مسائل نماز مروجہ شیعیان اہلبیت مطابق سنت رسول اللہ صلعم ثابت ہوئی اور حضرات اہلسنت وجماعت کے تمام ارکان اور طریقے موضوعی اور جدید اور بدعت پائے گئے اور طرہ یہ کہ اونھین کی کتب صحیحہ احادیث سے اونکا طریق عمل خلاف طریقہ رسول خدا صلعم ثابت ہوا اور شیعون کا طریق عمل موجب اونکی صحاح کے عین مطابق سنت پایا گیا۔ اب حضرات اہلسنت جو شیعون کے اعمال پر براہ تعصب طعن بیجا کرتے ہین ذرا دل مین شرمائین اور خدا سے ڈرین وانہ شدید العقاب۔

تمت
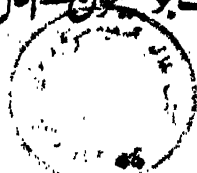
ہذہ الرسالہ فی التاریخ اربعہ وعشرین شہر ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۹ ہجری نبوی صلعم

قطعہ تاریخ من تصنیف شاعر ذی کمال موسخن ناز کخیال جناب منشی سید باقر علیصاحب متخلص بہ ہنر لکھنوی نقل نویس عدالت ججی

نامی زمانہ من قبیل و کلاء	آن مولوی شیخ احمد نیک اساس
تالیف نمود این دلیل الحسنات	با حسنِ فکر بدز بیرونِ قیاس
ہاتف فرمود از ہنر تاریخش	تحصیلِ مآل موجب شکر و سپاس

قطعہ تاریخ من تصنیف شاعر باکمال تاریخگوی بیمثال جناب منشی سید صادق حسین صاحب

درحقیقت یہہ رسالہ ہے صداقت بیمثل	منصفانہ ہین رقم حسین کہ احوال صلوات
اونکی تصنیف سے ہی یہہ بھی رسالہ نایاب	شیخ احمد ہین جو عالم کہ پڑہے نیک صفات
جنکی تصنیف سے انوار ہدے ہی مشہور	چہوڑکر مذہب سنی ہین جو سرگیر نجات
دفعتاً پنجتنِ پاک کا دامن پکڑا	یکقلم چہٹگئے ہر سہ خلفاے اصحاب
مصرعِ طبع ملاگر کے سرالِ خلاف	شاہد و ہادی شیعہ ہی دلیل الحسنات ۱۳۰۹

قطعہ تاریخ من تصنیف سید سجاد علیصاحب متخلص بہ سجاد شاگرد جناب استاد یکتاے زمان شاعر بلند فکر شیرین بیان صاحب دیوان مشہور نزدیک و دور منشی سید باقر علیصاحب متخلص بہ ہنر لکھنوی مدظلہ العالی

طبع گردید دلیل الحسنات	مندرج گشت مضامین چیدہ
گفت ہاتف بنویس اے سجاد	سال تاریخ فروغ دیدہ ۱۳۰۹

تقریظ

یہ رسالۂ نافعہ وعجالۂ رائعہ جسکو عالم جلیل محقق نبیل حبر علام بحر طمطام فرد فہام وحید الدہر فرید العصر ماہر خبیر متکلم بے نظیر متمسک باہل عصمت وتطہیر موفق مؤید من اللہ الصمد جناب مولوی شیخ **احمد** صاحب مدظلہ نے تحریر کیا حقیر کی نظر سے گذرا واقعی یہ رسالہ کمال وتبحر مصنف ممدوح پر دلالت کرتا ہے اور واسطے مخالفین کے سیف صارم وبرہان قاطع ہے حق تعالی مصنف رسالہ اور ناظرین کو اجر جزیل وثواب جمیل عنایت فرماوے واللہ الموفق والمعین وعلیہ نتوکل و

بہ نستعین

وانا الاقل الاذل سبط حسین بن السید رمضان علی

النقوی

التماس

بخدمت جمیع اہل مطابع وتاجران کتب
کیخدمت مین عرض یہ ہے کہ حق تصنیف
اس کتاب کا جناب مصنف صاحب دامت
برکاتہ نے راقم کو مرحمت فرمایا ہے۔
لہذا کوی صاحب قصد اسکے چہاپنے یا
چہپوانے کا نہ فرمائین

راقم
سید عابد علی عفی عنہ